امام حسین رضی اللہ عنہ

اور

اکابرین دیوبند

مرتب
خسرو قاسم

نام کتاب	:	**امام حسین رضی اللہ عنہ اور اکابرین دیوبند**
مرتب	:	خسرو قاسم
صفحات	:	۸۰
سن اشاعت	:	**۲۰۱۲ء**
کمپوزنگ	:	مشکوٰۃ کمپیوٹرس، نزد اے ایم یو، علی گڑھ، 9897674550

ملنے کا پتہ

1. **Ali Academy, 3 Raipura Lodge,**

Dodhpur, Aligarh - 202002

Mob. 08755878084

Res. 09219406612

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون ومکاں کے راج دلاروں کی بات کر
جن کے لیے ہیں کوثر وتسنیم موجزن
ان تشنہ کام بادہ گساروں کی بات کر
خلدِ بریں ہے جن کے تقدس کی سیرگاہ
ان خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر
کلیوں پہ کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا
گلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر
جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھلے ہوئے
ان کر بلا کے سینہ فگاروں کی بات کر
شمرِ لعیں کا ذکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خداؓ کے مرگ شعاروں کی بات کر

(سید شاہ نفیسؔ الحسینی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

امام حسینؓ کی شخصیت صرف کربلا تک محدود نہیں، بلکہ اتنی ہمہ گیر ہے کہ اس کی تعبیر صرف قرآن مجید کے ان الفاظ سے ہو سکتی ہے:

كَانَ أُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِيفاً وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ 0 شَاكِراً لِّأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (النحل:۱۲۰۔۱۲۱)

آپؓ اپنی ذات میں ایک امت تھے، اللہ کے فرماں بردار تھے، یکسو ہو کر رہنے والے تھے، مشرکین سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا، اس کی نعمتوں کا شکر گزار تھے، اللہ نے آپ کو چن لیا اور صراط مستقیم پر چلایا...... کربلا کے افق سے تو آپ کی شخصیت کا سورج صرف طلوع ہوا!

مذکورہ بالا اوصاف اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیمؑ کے بیان فرمائے ہیں، اگر ہزاروں سال بعد اللہ تعالیٰ فرزند ابراہیمؑ میں یہی اوصاف پیدا فرما کر اسے اسوہ ابراہیمی کا شاہد بنادے تو اس پر حیرانی کیسی!

لیکن افسوس کے آج نواسہ رسول سبطِ پیمبر پر تنقید کا بازار گرم ہے۔ کوئی واقعہ کربلا کو دو شہزادوں کی لڑائی بتا رہا ہے کوئی سیدنا امام حسین کو ''باغی'' اور خروج کرنے والا بتا رہا ہے (معاذ اللہ) اور سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب ان حضرات کے قلم سے آ رہا ہے جو اپنی نسبت دیوبند کی طرف کرتے ہیں۔ اس لئے مجھے خیال آیا کے ان محققین اور واقعہ کربلا پر نئی Research کرنے والے حضرات کے سامنے اکابر دیوبند کے اقوال سیدنا امام حسین سے متعلق جمع کر دیئے جائیں تا کہ وہ بھی دیکھیں کے جن اکابر کی طرف وہ نسبت کرتے ہیں ان کا مسلک اور مشرب کیا

ہے۔ جولوگ حبِ صحابہ کرام کا عنوان قائم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت حضرت علی مرتضیٰ ؓ۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی صحیح شرعی عظمت کو گھٹاتے ہیں وہ بھی صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

یا اللہ ہمیں حق کو حق کو دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے (آمین)

طالب شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

و

سبطِ نبی

خسرو قاسم

Assistant Prof.

Mech. Engg. Dept. AMU, Aligarh

Ph. 08755878084

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند

آپ اپنے ایک خط میں جو اسی موضوع سے متعلق ہے فرماتے ہیں:

بناء ایں اختلاف بر اختلاف امید است نہ براختلاف در جواز اصل فعل وعدم جواز آں مگر انجام کار بوجہ نقص عہد کو فیاں تدبیر حضرت سید الشہداء علیہ السلام برنشانہ نشست وروز عاشورہ قیامت قبل ازقیامت درمیدان کربلا برخاست-اِنّــا لِلّٰـہَ واِنّــا اَلَیْــہِ رَاجِــعُــوْنَ حادثہ کربلا چوں غزوۂ اُحد وحنین وایں قسم برہمیں کارنہ فقط حضرت سید الشہداء راعلیہ السلام پیش آمد و جہاد ایں چنیں اکثر پیش می آید۔ واقعہ اُحد وحنین نشنیدہ باشی - پس چنانکہ شہیدانِ اُحد وحنین بذروۂ شہادۃ رسیدہ اند۔ وازاں برہمی کار خللی درفضائل اوشاں رہ نیافت - ہمچنیں شہیدان کربلا رابایدشناخت-

اس اختلاف کی بنیاد امید غلبہ وعدم غلبہ کے اختلاف پر ہے، نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اختلاف پر۔ مگر انجام کار کوفیوں کی وعدہ خلافی کی وجہ سے حضرت سیدالشہداء (امام حسین) علیہ السلام کی تدبیر فیل ہوگئی ، اور ۱۰ محرّم کو قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت برپا ہوگئی اِنّـا لِلّٰـہِ وَاِنّـا اِلَیْـہِ رَاجِعُوْنَ کربلا کا حادثہ اور غزوۂ اُحد وحنین اور اس قسم کی صورت حال نہ صرف سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام کو پیش آئی بلکہ جہاد میں اس طرح کی صورت اکثر پیش آتی ہے- اُحد اور حنین کا واقعہ تم نے کیا نہ سنا ہوگا- پس جس طرح کہ اُحد اور حنین کے شہداء شہادت کی چوٹی پر پہنچ چکے ہیں اور اس سے ان شہداء کے فضائل میں کوئی خلل نہیں پڑا- اسی طرح کربلا کے شہیدوں کو پہچاننا چاہئے

(شہادت امام حسین وکردار یزید، ص ۷۹-۸۰)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ (م۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں۔ بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے **کیونکہ قتل حسینؓ کو حلال جاننا کفر ہے**۔ مگر امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا متحقق نہیں۔ لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۹، مطبوعہ کراچی)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ:*

امام حسین کے لیے لقب ''سید الشہداء'' سے متعلق تحقیق میں فرماتے ہیں:

''نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الحسن والحسین سید الشباب اہل الجنۃ (یعنی حسینؓ و حسینؓ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) اور ظاہر ہے کہ شباب (نوجوانوں) میں شہداء بھی ہیں تو ان کے بھی سردار ہوئے تو سید الشہداء ہونا بے تکلف نص سے ثابت ہو گیا الخ'' (امداد الفتاوی جلد چہارم ص ۵۹۸)

امام پاکستان رئیس المحققین علامہ دوران استاذنا المکرّم

حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری قدس سرہٗ، چوکیروی (م۱۳۸۹ھ)

یزید اور واقعہ کربلا کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: واقعہ کربلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ ہے؟۔ اور وہ اس وقت

---

* مولانا اشرف علی تھانویؒ اکابرِ دیوبند میں ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں آپ کی کل تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔

کربلا سے کتنا دور تھا کیا وہ قابل وشنام ہے۔کیا یہ سچ ہے۔کہ وہ فاسق وفاجر تھا؟

جواب: واقعہ کربلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عاید ہوتی ہے۔وہ اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کربلا سے بہت دور تھا۔مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا۔کیونکہ کوئی کام اس کی رائے کے بغیر نہیں ہورہا تھا۔امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہوسکتا۔ہم اس موقع پر اہل سنت کی مشہور ومعروف درسی کتاب شرح عقائد نسفیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکورہ کے ہر ایک جز کا شافی جواب ہوگی۔دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ دیوبند۔ص۱۱۳۔

والحق ان رضايزيد بقتل الحسين واستبشاره بذالک واهانته اهل بيت النبى عليه السلام مماتواتر معناه وان كاتفاصيله احادًافنحن لانتوقف فى شانهٖ لعنة الله عليه وعلىٰ انصارهٖ واعوانهٖ

ترجمہ- اورحق بات یہ ہے۔کہ امام حسینؓ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور پھر اس پر خوشی کا ظاہر کرنا اور نبیؐ کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار اخبار احاد ہیں مگر معنی کے رو سے متواتر ہیں پس ہمیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے امداد کرنے والوں پر چاہے امداد مشورہ سے کریں ار چاہے اسلحہ سے اس کی امداد کریں۔

◆◆◆

امیر التبلیغ حضرت ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ*

الابواب المنتخبة ، جلد دوم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے مناقب وفضائل کا بیان

(فصل اول)

چار حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہیں:

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت (قل تعالوا ندع ابنآ ئناء نا وابناء کم) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور کہا ''خدا وند! یہ میرے اہل بیت ہیں'' (مسلم)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے، اس وقت آپ کے بدن مبارک پر ایک سیاہ بالوں کی کملی تھی جس پر اونٹ کے کجاووں کی تصویر بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی آ گئے، اور آپ نے ان کو اپنی کملی کے اندر لے لیا، پھر حضرت حسین آئے، اور آپ

---

* حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ حضرت مولانا یوسف صاحب کے بعد تبلیغی جماعت کے امیر رہے اور آپ کے زمانے میں بیرونی ممالک میں تبلیغ کا کام خوب پھیلا اور الحمدللہ ہزاروں افراد نے اسلام قبول کیا۔

نے ان کو بھی حضرت حسن کے ساتھ کملی کے اندر لے لیا، پھر حضرت فاطمہ آئیں، اور آپ نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا، پھر حضرت علی آئے، اور آپ نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا) یعنی اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو (گناہوں اور برائیوں کی) پلیدی سے بچائے، اور تم کو پاک صاف رکھے۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت اہم وصیت:

(۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پانی کے مقام پر جس کو "خم" کہا جاتا ہے خطاب عام کے لیے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر لوگوں کو (اچھی باتوں اور اچھے اعمال کی) نصیحت فرمائی، اور ان کو اللہ کا ثواب وعذاب یاد دلایا، اور غفلت وکوتاہی سے خبردار کیا، پھر ارشاد فرمایا:

"بعد ازاں، اے لوگو! آگاہ ہو، میں ایک انسان ہوں، وہ وقت قریب ہے جب میرے پروردگار کا قاصد (یعنی ملک الموت) آئے، اور میں اپنے پروردگار کا حکم قبول کروں، اور میں تمہارے درمیان دو بھاری اور عظیم چیزیں چھوڑ جاتا ہوں جن میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت، اور نور ہے، پس تم کتاب اللہ کو پکڑو اور مضبوط تھامو" غرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو کتاب اللہ کے تئیں خوب جوش دلایا اور اس کی طرف راغب کیا پھر ارشاد فرمایا" اور (ان دو عظیم چیزوں میں سے دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب ہوگا۔ میں (دوبارہ) تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب ہوگا"۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں" کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے، جو شخص کتاب اللہ کی اتباع کرے گا (یعنی اس پر ایمان لائے گا، اس کو یاد کرے گا، اخلاص

کے ساتھ اس کا علم حاصل کرے گا، اور اس پر عمل پیرا رہے گا) وہ راہ راست پر رہے گا، اور جو شخص اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوگا''۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پھول:

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا جب کہ اہل عراق یعنی اہل کوفہ میں سے کسی شخص نے ان سے محرم کے بارے میں پوچھا تھا (اس روایت کو حضرت عبدالرحمٰن سے روایت کرنے والے راوی) حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ پوچھنے والے نے یہ دریافت کیا تھا کہ 'محرم' مکھی کو مارڈالے تو اس کا کیا بدلہ دے؟ اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا ''عراق یعنی کوفہ کے لوگ مجھ سے مکھی مارڈالنے کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرتے ہیں! حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کو مارڈالا جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دونوں (یعنی حسن اور حسین) میری دنیا کے دو پھول ہیں''۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسنین کی جسمانی مشابہت:

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے حضرت حسن بن علی کے علاوہ کوئی نہیں تھا، نیز حضرت انس نے حضرت حسین کے بارے میں بھی کہا کہ وہ بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ (بخاری)

(فصل دوم)

کتاب اللہ اور اہل بیت کو مضبوطی سے تھامنے کی وصیت

(۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے حج کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی قصواء

نامی اونٹنی پر خطبہ دے رہے ہیں، پس میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم نے اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب، اور میری اولاد یعنی میرے اہل بیت''۔ (ترمذی)

(۷) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں میرے بعد جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے عظیم تر ہے۔ وہ ایک (جو عظیم تر ہے) اللہ کی کتاب ہے، اور آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری اولاد یعنی میرے گھر والے ہیں، اور وہ دونوں الگ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وہ دونوں میرے پاس آ پہنچیں گے، پس تم لوگ سوچ لو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہو؟ (ترمذی)

اہل بیت سے عداوت رکھنے کا انجام:

(۸) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت اور حضرت حسن اور حضرت حسین کے حق میں ارشاد فرمایا ''جو کوئی ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو کوئی ان سے مصالحت رکھے گا میں اس سے مصالحت رکھوں گا''۔ (ترمذی)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل:

(۹) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں''۔ (ترمذی)

(۱۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حسن اور حسین دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں''۔ (ترمذی)

(۱۱) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رات میں

اپنی کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (اپنے گھر سے) اس حال میں باہر تشریف لائے کہ کسی چیز کو لپیٹے ہوئے تھے۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ پھر جب میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا تو پوچھا: یہ کیا چیز ہے جو آپ نے لپیٹ رکھی ہے؟ آپ نے اس چیز کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حسن اور حسین آپ کی دونوں کوکھوں پر تھے (یعنی آپ نے ان دونوں کو گود میں لے کر چادر سے لپیٹ رکھا تھا) پھر آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، خداوند! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ہر اس شخص کو محبوب رکھ جو ان دونوں کو محبوب رکھے''۔ (ترمذی)

(۱۲) حضرت سلمٰی (جو ابو رافع کی بیوی ہیں) بیان فرماتی ہیں کہ (ایک دن) میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (خواب میں) اس حالت میں دیکھا کہ آپ کا سر اور داڑھی گرد آلود ہے۔ پھر میں دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ گرد آلود کیوں ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں ابھی حسین کی قتل گاہ میں حاضر ہوا تھا (اس لیے گرد آلود ہوں)۔ (ترمذی)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون شخص آپ کو سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا ''حسن اور حسین''۔

اور (حضرت انس نے یہ بھی بیان فرمایا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کسی وقت حسن و حسین کو گھر میں نہ دیکھتے تو) حضرت فاطمہ سے ارشاد فرماتے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ۔ پھر (جب حسن و حسین آجاتے تو) آپ ان دونوں کو سونگھتے (اس لیے کہ وہ آپ کے پھول تھے) اور ان کو اپنے گلے سے لگاتے۔ (ترمذی)

(۱۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کی (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین آ گئے۔ وہ دونوں سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے اور (کم سنی اور کمزوری کی وجہ سے) وہ دونوں چلتے چلتے زمین پر گر پڑتے تھے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان کو دیکھ کر) منبر سے اترے اور ان کو اپنی گود میں اٹھالیا۔ پھر ان کو اپنے پاس بٹھا کر ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ (انما اموالکم واولادکم فتنة) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا (کہ ان سے چلا نہیں جارہا ہے اور) گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو (ان کی محبت میں) مجھ سے صبر نہ ہوسکا، اور میں نے اپنی بات (یعنی وعظ و نصیحت) کو موقوف کیا، اور منبر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھالیا''۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۱۵) حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، اور جس شخص نے حسین سے محبت رکھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی۔ حسین نواسوں میں سے ایک نواسا ہے''۔ (ترمذی)

(۱۶) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ''حضرت حسن رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں سینہ سے لے کر سر تک، اور حضرت حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں ان اعضاء میں جو سینہ سے نیچے ہیں۔ (ترمذی)

(۱۷) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک روز) میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ مجھے اجازت دیجیے کہ آج مغرب کی نماز جا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کروں کہ وہ میرے اور آپ کے لیے بخشش و مغفرت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ (میری والدہ نے مجھے اجازت دیدی اور) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ آپ (مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی، اور جب آپ نماز سے فارغ ہوکر گھر کی طرف چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز (یعنی میرے قدموں یا جوتوں کی آواز) سن لی، چنانچہ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حذیفہ ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! (میں حذیفہ ہوں) آپ نے پھر پوچھا: کیا چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت فرمائے! (دیکھو) یہ ایک فرشتہ ہے جو اس راسے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس (فرشتہ) نے پروردگار سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ (زمین پر) آکر مجھ کو سلام کرے اور مجھ کو یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں، اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں"۔ (ترمذی)

ابن زیاد کی گستاخی:

(۱۸) حضرت انس رضی اللہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسین کا سر مبارک (تن پاک سے جدا کر کے) عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لاکر ایک طشت میں رکھا گیا تو وہ بد بخت اپنی چھڑی سے اس سر مبارک کو چھیڑنے لگا پھر اس نے ان کے حسن کے بارے میں کچھ کہا، حضرت انس فرماتے ہیں میں نے کہا: خدا کی قسم! یہ وہ مقدس انسان ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھا۔ اس وقت حضرت حسین کا سر مبارک وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔ (بخاری)

اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت انس نے بیان فرمایا: میں ابن زیاد کے پاس تھا جب حضرت حسین کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا، ابن زیاد ان کی ناک پر چھڑی مارتا جاتا تھا اور (طنز آمیز لہجہ میں) کہتا جاتا تھا: ایسا حسین شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا تجھے معلوم بھی، یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔

ایک خواب اور ایک پیشین گوئی:

(۱۹) حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے جو حضرت عباس کی زوجہ اور آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی ہیں، روایت ہے کہ وہ (ایک روز) رسول خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر بولیں: یارسول اللہ! آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ام فضل نے عرض کیا: وہ خواب بہت برا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ کو بتاؤ تو سہی آخر وہ کیا ہے؟ ام فضل نے کہا 'میں نے (خواب میں) دیکھا کہ گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے' (یہ سن کر) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم نے تو بہت اچھا اور مبارک خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) ان شاء اللہ فاطمہ کے یہاں لڑکا ہوگا، اور اس لڑکے کو تمہاری گود میں رکھا جائے گا''۔

چنانچہ فاطمہ کے یہاں لڑکا (حسین) پیدا ہوا اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اس لڑکے کو میری گود میں دیا گیا۔ پھر ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی، اور حسین کو آپ کی گود میں رکھ کر ذرا دوسری طرف متوجہ ہوئی، پھر (مڑ کر میں نے جو آپ کی طرف نظر اٹھائی) تو کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، ام فضل کہتی ہیں کہ میں نے (گھبرا کر) پوچھا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا'' (ابھی) میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کردے گی''۔ میں نے پوچھا: کیا اس بیٹے کو؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''ہاں (اسی بیٹے کو) اور جبرائیل میرے پاس اس زمین کی کچھ سرخ مٹی بھی لے کر آئے (جہاں میرے اس جگر پارے کا خون بہایا جائے گا)'' (بیہقی)

شہادت حسین اور ابن عباس کا خواب:

(۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: ایک دن دوپہر کے وقت میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی سونے والا کسی کو دیکھتا ہے (یعنی خواب میں دیکھا) کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرآلود ہیں، اور آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جو خون سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج صبح سے اب تک اس بوتل میں اکٹھا کرتا رہا''۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں پھر میں نے اس وقت کو یاد رکھا، چنانچہ (جب حضرت حسین کے قتل کی خبر آئی) تو میں نے پایا کہ حضرت حسین کو اسی دن اور اسی وقت قتل کیا گیا تھا (جب میں نے مذکورہ خواب دیکھا تھا۔ (بیہقی)

اہل بیت سے محبت رکھنے کی تاکید:

(۲۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'تم اللہ سے محبت رکھو ان نعمتوں کی وجہ سے جو تم کو کھانے کے لیے دیتا ہے، اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو' (ترمذی)

اہل بیت کا حال:

(۲۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ''یاد رکھو! تمہارے حق میں میرے اہل بیت کا حال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسا ہے جو نوح کی کشتی میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی، اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ (احمد)

◆◆◆

امیر التبلیغ حضرت مولانا یوسف کاندھلویؒ*

حیاۃ الصحابہ – جلد سوم

حضور کی دعائیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر بچھا رکھی تھی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں، حضرت فاطمہ، اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب بیٹھ گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کے چاروں کونے پکڑ کر ہم پر گرہ لگا دی پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ جیسے میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے دعائیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دنوں سے محبت فرما۔ نسائی اور ابن حبّان میں یہ دعا

---

* حضرت مولانا یوسف صاحبؒ مولانا الیاس صاحبؒ بانی تبلیغ کے صاحب زادے اور تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر تھے آپ کی کتاب حیاۃ الصحابہ بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ بہت سے عرب علماء نے اس کتاب کی شرح بھی لکھی ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جوان دونوں سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ ابن ابی شیبہ اور طیالسی میں یہ دعا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جوان سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان:

حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ کہتے ہیں جب عمر بن سعد نے (لشکر لے کر) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پڑاؤ کیا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کر دیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا جو معاملہ تم دیکھ رہے ہو وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لیے لشکر آ گیا ہے) دنیا بدل گئی ہے اور اوپری ہو گئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے۔ اور دنیا کی نیکی میں سے صرف اتنا رہ گیا جتنا رہ گیا برتن کے نچلے حصہ میں رہ جایا کرتا ہے بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضر صحت چراگاہ ہوا کرتی ہے جس کی گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جا رہا اور باطل سے رکا نہیں جا رہا (ان حالات میں) مؤمن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہیے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیزیں اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا ہوں۔ حضرت عقبہ بن ابی العیز ار کی روایت تاریخ ابن جریر میں اس طرح ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ذی حسم مقام میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ حضرت عقبہ بن ابی العیز ار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیضہ مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ کے

بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے تو اللہ پر حق ہوگا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔ غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمان کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے اور مال غنیمت پر خود قبضہ کر لیا ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں تم لوگوں کے لیے جان کیساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں تم لوگوں کے لیے میں بہترین نمونہ ہوں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لیے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے بلکہ تم لوگ تو ایسا میرے والد میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ جو تم لوگوں سے دھوکہ کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا اور جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

صحابہ کو ستانے کی وجہ سے نافرمانوں پر کیا کیا مصیبتیں آئیں:

حضرت (عبدالجبار) بن وائل یا حضرت علقمہ بن وائل کہتے ہیں جو کچھ وہاں (کربلا میں) ہوا تھا میں اس موقع پر وہاں موجود تھا چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر

پوچھا کیا آپ لوگوں میں حسین رضی اللہ عنہ ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہیں اُس آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گستاخی کے انداز میں کہا آپ کو جہنم کی بشارت ہو۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے دو بشارتیں حاصل ہیں ایک تو نہایت مہربان رب وہاں ہوں گے دوسرے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں ہوں گے جو سفارش کریں گے اور اُن کی سفارش قبول کی جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں ابن جویرہ یا ابن جویزہ ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی اے اللہ! اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے جہنم میں ڈال دے۔ چنانچہ اس کی سواری زور سے بدکی جس سے وہ سواری سے اس طرح نیچے گرا کہ اُس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور سواری تیز بھاگتی رہی اور اُس کا جسم اور سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اُس کے جسم کے ٹکڑے گرتے رہے۔ اللہ کی قسم! آخر میں صرف اُس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی۔

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پانی پی رہے تھے ایک آدمی نے اُن کو تیر مارا جس سے اُن کے دونوں جبڑے شل ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تجھے کبھی سیراب نہ کرے۔ چنانچہ اُس نے پانی پیا لیکن پیاس نہ بجھی آخر اتنا پانی پیا کہ اُس کا پیٹ پھٹ گیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے آیا تو میں اُس کے پیچھے محل میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ محل میں ایک دم آگ بھڑک اٹھی جو اس کے چہرے کی طرف بڑھی اُس نے فوراً اپنی آستین چہرے کے سامنے کر دی اور مجھ سے پوچھا تم بھی یہ آگ دیکھی ہے میں کہا ہاں۔ اُس نے کہا اسے چھپا کر رکھنا کسی کو مت بتانا۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ کہتے ہیں میری دادی نے مجھے بتایا کہ قبیلہ جعفی کے دو آدمی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے ان میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہو گئی تھی کہ وہ اسے لپیٹا کرتا تھا اور دوسرے کو اتنی زیادہ پیاس لگتی تھی کہ مشک کو منہ لگا کر ساری پی جایا کرتا تھا۔ حضرت سفیان کہتے ہیں میں

نے ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا دیکھا وہ بالکل پاگل نظر آ رہا تھا۔ حضرت آعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گستاخی کی تو اس سے اس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہو جانے کی بیماریاں پیدا ہو گئیں اور سارے گھر والے فقیر ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ کے قتل ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کے نظام میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں:

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبدالملک نے مجھ سے کہا اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن کونسی نشانی پائی گئی تھی تو پھر آپ واقعی بہت بڑے عالم ہیں میں نے کہا اُس دن بیت المقدس میں جو بھی کنکری اٹھائی جاتی اس کے نیچے تازہ خون ملتا عبدالملک نے کہا اس بات کو روایت کرنے میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں (مجھے بھی یہ بات معلوم ہے)۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا اُس دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اُس کے نیچے خون ہوتا۔

حضرت ام حکیم رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اُس دن میں کم عمر لڑکی تھی تو کئی دن تک آسمان خون کی طرح سرخ رہا۔

حضرت ابوقبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا تو اس وقت سورج کو اتنا زیادہ گرہن لگا کہ عین دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم لوگ سمجھے کہ قیامت آ گئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل ہونے پر جنات کا نوحہ کرنا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے۔

ایک مرتبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا انتقال ہوا ہے میں نے کبھی بھی جن کو کسی کے مرنے پر نوحہ کرتے ہوئے نہیں سنا لیکن آج رات میں نے سنا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرا بیٹا (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) فوت ہو گیا ہے، چنانچہ انھوں نے اپنی باندی سے کہا باہر جا اور پتہ کر کے آ چنانچہ باندی نے آ کر بتایا کہ واقعی حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک جنی یہ شعر پڑھ کر نوحہ کر رہی تھی۔

الا یا عین فاحتفلی بجهدی　　　ومن یبکی علی الشهداء بعدی

علیٰ رهبط تقو دهم المنایا　　　الیٰ متبجربر فی ملك عبد

اے آنکھ! غور سے سن اور میں جو رونے کی کوشش اور محنت کر رہی ہوں اس کا اہتمام کر میں اگر نہیں روؤں گی تو میرے بعد شہداء پر کون روئے گا؟ شہداء کی وہ جماعت جن کو موت کھینچ کر ایسے ظالم اور جابر انسان کے پاس لے گئی (یعنی عبید اللہ بن زیاد) جو کہ ایک غلام یعنی یزید کی بادشاہت میں فوج کا سپہ سالار ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر نوحہ کرتے ہوئے سنا۔

صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے میں نے پوچھا یہ شیشی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہوں پھر ہم نے دیکھا کہ واقعی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اُسی دن شہید ہوئے تھے۔ ابن عبدالبرّ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔

◆◆◆

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ

تلخیص کتاب شہید کربلاؓ اور یزید

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا صحابیت میں امتیاز:

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف صحابی ہیں بلکہ قرابت نبوی کی خصوصیت سے بھی مالا مال ہیں جو اہل بیت کا مخصوص حصہ تھا اور اس کی بنا پر ان کی قلبی تطہیر اور رجس ونجس باطن سے پاکی اور بھی زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے، کیوں کہ خدائے برتر نے اہل بیت کی تطہیر کا خصوصی ارادہ ظاہر فرمایا:

انما یرد اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیرا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو
دور رکھے اور تم کو پاک وصاف رکھے۔

اور احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں جیسا کہ گذرا کہ حضرت حسین رضی اللہ اہل بیت میں شامل ہیں اور اس آیت کے مصداق میں داخل اور اللھم ھولاء اھل بیتی فطھرھم تطھیرا میں شامل ہیں جیسا کہ حدیث عائشہ وام سلمہ وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے واضح ہے جنہیں صحیح مسلم و بغوی، ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں یہ سب روایتیں یکجا کر دی گئی ہیں اور ظاہر ہے کہ قلبی

* اری طیب صاحبؒ حضرت مولانا قاسم صاحب کے پوتے اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے ، یہ کتاب شہید کربلا اور یزید قاری صاحب نے محمود احمد عباسی کی کتاب خلافتِ معاویہ ویزید کے جواب میں لکھی تھی)

تطہیر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ قلب دنیوی رذائل حب جاہ و مال اور ہوس اقتدار و ریاست سے بری ہو جائے اور آدمی عبدالدینار، عبدالدرہم اور عبدالخمیصہ نہ رہے، اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قلب پاک اور بری مانا جانا بطور عقیدہ کے ضروری ہے۔

ساتھ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جز و رسول ہونے کے وجہ سے انھیں اخلاق نبوت سے جو خلقی اور فطری مناسبت ہو سکتی ہے وہ یقیناً دوسروں کے لحاظ سے قدرتاً امتیازی شان لیے ہوئے ہونی چاہیے۔ اور اس مناسبت کے معیار سے اگر دوسروں کی رسائی بڑے بڑے مجاہدات و ریاضات اور مدتوں کی صحبت و معیت کے بعد ممکن تھی تو اہل بیت اور بالخصوص حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے وہ اس خلقی مناسبت کے سبب زیادہ مجاہدہ اور طول صحبت کی متقاضی نہ تھی، پھر اور لوگ تو بیرونی مجالس اور مجامع ہی میں اللہ کے رسول کی صحبت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن ان اہل بیت کو اندرون خانہ بھی یہ دولت نصیب تھی، اس لیے نبوت کے اخلاقی رنگ سے جس قدر وہ ہم آہنگ ہو سکتے تھے دوسروں کے لیے اتنے مواقع نہ تھے۔ اسی لیے بحیثیت اہل بیت نبوی ہونے کے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں مخصوص فضائل و مناقب کی روایت بکثرت وارد ہوئی ہیں کہیں ان کو "سید شباب اھل الجنته" (جنت کے جوانوں کے سردار) فرمایا گیا، کہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا محبوب ظاہر فرما کر اللہ سے درخواست کی کہ آپ بھی انھیں اپنا محبوب بنائیں، کہیں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبت کو برسر منبر اعلان فرما کر دعا مانگی کہ یا اللہ جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت فرما، یعنی محبّ حسین کو محبوب خداوند ہونے کی دعاء اور بشارت دی۔

نیز وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضل بنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ ہیں، اس لیے ان کو محبوبیت یوں بھی دوہری ہو جاتی ہے اور اس لیے ان پر طعنہ زنی اور اتہام تراشی کرنے والا صرف حسین ہی کو ستانے والا نہیں بلکہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچا رہا ہے، جو انجام کار اللہ کے رسول کو ایذا رسانی ہے جیسا

کہ ''فاطمہ بضعة منی من اذا ھا فقد اذانی'' (فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا) سے ظاہر ہے۔

پس جب کہ حضرت حسین رضی اللہ کے شرف صحبت وصحابیت بڑھ جاتے ہیں تو ان کی ذات گرامی پر مخلصانہ اعتماد اور بھی زیادہ واجب اور ضروری ہوجاتا ہے۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے اس حالت میں تشریف لے گئے کہ ان سارے صحابہؓ اور اہل بیت سے راضی تھے تو کون بدقسمت ہوگا کہ ان سے راضی نہ ہوں ہاں بدقسمت وہی ہوگا جو راضی نہ ہو اور رضا کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی غل وغش، حقد وحسد، بغض وکینہ، نکتہ چینی اور میل دل میں نہ ہو، چہ جائے کہ انہیں رذائل اخلاق، حرص وہوس، حب جاہ ومال وغیرہ کی طرف منسوب کرتا ہو۔

بہرحال امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمومی اور خصوصی نصوص شرعیہ کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ جز ورسول اور صحابی جلیل ہونے کی وجہ سے پاک باطن نیک اور عادل القلب تھے، خواہ ان کا عمل گھریلو تھا یا میدانی وہ مدینہ کے مقدس مقام میں رہ کر بھی رجس باطن سے پاک تھے اور کربلا کے میدان میں جاکر بھی پاک ضمیر اور رجس ظاہر وباطن سے پاک اور پاک نہاد تھے، جس سے اللہ نے انھیں پاک کرنے کا ارادہ ظاہر فرمادیا تھا ان کے ساتھ سوء ظن یا بدگوئی یا دل میں غل وغش رکھنا شرعی تصریحات کی مخالفت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے نظریہ نہیں، نظریہ عقل سے بنتا ہے اور عقیدہ خدا اور رسول کی خبر سے، عقیدہ دین ہوتا ہے اور نظریہ رائے، عقیدہ واقعہ ہوتا ہے اور نظریہ تخمین واٹکل، پس یہ عقیدہ ہے جو خدا اور رسول کی خبر سے بنا ہے، نظریہ نہیں ہے جسے ہم نے تخمین واندازہ یا کسی تاریخی ریسرچ پر دل میں جمالیا ہو، اس لیے اگر کوئی نظریہ خواہ وہ تاریخی ہو یا فلسفی عقیدہ سے ٹکرائے گا تو عقیدہ کو بہرحال محفوظ رکھ کر نظریہ کو کسی توجیہ سے اس کا تابع کیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ نظریہ کسی اونچی شخصیت کا ہو

ورنہ کالائے بد بریش خاوند کہہ کر دیوار پر مار دیا جائے گا، کیونکہ عقیدہ کا ردّ وقبول کسی تاریخی یا فلسفی نظریہ کے معیار سے نہیں ہوسکتا بلکہ نظریات کا ردوقبول عقیدہ کے معیار سے ہوگا۔ صحابیت حسین کی ان کھلی کھلی تصریحات کے بعد بھی اس کا انکار یا ابہام صراحتہً اور رسول کا معارضہ ہے اور عقائد کی تخریب ہے۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی فطرتِ صالحہ کا باہمی فرق:

اس موقع پر محض حقیقت واقعہ سامنے لانے کے لیے یہ عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے کہ عباسی صاحب نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے طبائع میں خلقی فرق دکھانے کی کوشش کی ہے اور اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان دونوں مقدس بھائیوں کی مقدس طبیعتوں میں یقیناً کافی فرق تھا لیکن اس فرق کی وہ تعبیر جو عباسی صاحب نے کی ہے غلط اور خلاف واقع بھی ہے اور ان کی توہین بھی ہے کہ حضرت حسن کی طبعی خوصلح جوئی کی تھی اور حضرت حسین کی اس کے برعکس جتھے بندی کی (معاذ اللہ)۔

ان کی قلبی احوال اور اخلاقی مقامات کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر حب فی اللہ کا غلبہ تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر بغض فی اللہ کا جو کمال ایمان کے دو اعلیٰ مقامات ہیں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

من احب فی اللہ وابغض فی اللہ واعطی اللہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جس نے اللہ ہی کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی اور اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے ہاتھ روک لیا تو اس نے ایمان کامل کرلیا۔

یہ دونوں شانیں درحقیقت انبیائے علیہم السلام کی ہیں انہی کے طفیل میں وارثان نبوت کو حسب استعداد ملتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی یہی دونوں شانیں حدیث پاک میں ارشاد فرمائی ہیں کہ: بعثت مرحمة وملحمة

ترجمہ: میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جنگ بنا کر بھی۔

ایک جگہ ارشاد ہے : انا الضحوك القتال

ترجمہ : میں بہت ہنس مکھ بھی ہوں اور بہت جنگجو بھی۔

جس سے واضح ہے کہ صلح و جنگ دونوں نبوت کی شانیں ہیں، آپ ایک شان کے ساتھ رحمت للعالمین تھے اور ایک شان کے ساتھ نذیر للعالمین، مہر اور قہر کی یہی دو شانیں ایمان کے دو بازو ہیں کہ ان کے جمع ہونے ہی سے ایمان کا پرندہ عرش تک پرواز کرتا ہے۔

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں یہ دونوں شانیں جمع تھیں جزو نبی ہونے کی وجہ سے خلقۃً بھی اور پیرو نبی ہونے کے وجہ سے یہ فیضان نبوی اکتساباً بھی* مگر حضرت حسن میں حب فی اللہ کے غلبہ سے شان مہر و جمال کا غلبہ تھا اور حضرت حسین میں بغض فی اللہ کے غلبہ سے شان قہر و جلال کا غلبہ تھا اس لیے آپ کی طبع مبارک پر احسان و ایثار مستولی تھا۔ جس کے تحت لوجہ اللہ آپ نے اپنے جائز حق اور آئے ہوئے ملک سے بھی دست برداری دے دی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نظر منکر پر پڑتی تھی جو بغض فی اللہ کے مقام کا تقاضا ہے اور اس لیے آپ کی طبع مبارک میں برائی کے مٹانے کا جوش اور فاسقوں کو دبانے اور ظالموں سے دبے ہوئے حقوق لیکر اہل حقوق کو پہنچانے کا ولولہ کارفرما تھا۔

غرض حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں رحمت و شفقت آگے آگے تھی، مگر دنیاداری کے انداز سے نہیں جسے عوام صلح جوئی یا صلح کل سے تعبیر کرتے ہیں کہ اس سے استرضاء خلق کی بو آتی ہے جس سے حضرت امام بری تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں اس کے برعکس جوش و جلال کا رنگ اور منکر سے تنفر آگے آگے رہتا تھا، مگر دیناداری کے رنگ سے نہیں جسے عوام الناس جتھے بندی اور اکھاڑ پچھاڑ

* اسی لیے امام مالکؒ سیدہ فاطمہ کو تمام صحابہ یہاں تک کے خلفائے راشدین سے بھی افضل مانتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں ہم جزو نبی کے برابر کسی کو نہیں کر سکتے۔

سے تعبیر کرتے ہیں جس سے ایذا رسانی خلق اللہ کی بو آتی ہے جس سے حضرت امام بری تھے بلکہ یہ دونوں شانیں روحانیت کے دو اعلیٰ مقام تھے جن کا شرعی لقب وہی حب فی اللہ اور بغض فی للہ ہے جو اہل اللہ کے قلوب کے رفیع ترین مقامات باطن میں سے ہے۔

اس حقیقت کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو حب فی اللہ کا سرنامہ مروت وحلم ہے اور بغض فی اللہ کا سرنامہ غیرت ومحبت ہے، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی کی مروت وحلم سے بھرپور ہے جس سے ایثار اور اپنے جائز حقوق سے دست برداری بلکہ حاصل شدہ حقوق سے لوجہ اللہ کنارہ کشی کے افعال کا ظہور ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی محبت نبوی کی وجہ سے غیرت وحمیت سے معمور ہے جس سے اخذ حقوق اور دفع مظالم کے افعال کا ظہور ہوا حتیٰ کہ اسی دفع مظالم اور ردمنکرات کے کاموں میں اپنی جان پاک بھی جان آفریں کو دے کر شہادت عظمیٰ کے مقام پر جا پہنچے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ جس میں ایک طرف تو کتاب وسنت، ائمہ ہدایت اور علماء راسخین ہیں، اور اس کے مقابل دوسری طرف عباسی صاحب ہیں، یہ نکلتا ہے کہ اللہ ورسول اور ان کے ورثاء تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بوجہ صحابی اور بوجہ اہل بیت ہونے کے یہ ارشاد فرمائیں کہ:

۱۔ وہ راضی ومرضی عنداللہ اور محفوظ من اللہ تھے جس کے معنی ولیٔ کامل ہونے کے ہیں، جن کی ولادت میں ان کے یا ان کے کسی بعد والے کے تصنع اور بناوٹ یا پروپیگنڈے کا کوئی دخل نہ ہو۔

۲۔ ان کا محبوب ترین مقام ایمان کامل اور آزمودۂ خداوندی تقویٰ تھا، جس کے معنی فراست ایمانی اور معرفت شناسی کے ہیں جس کے ساتھ دنیا سازی اور ناعاقبت اندیشی جمع نہیں ہوسکتی۔

۳۔ ان کا قلبی رخ کفر وفسوق اور عصیان سے نفرت کی طرف تھا جس کے معنی

رشداورراشدین سے بدعہدی،عہد شکنی اور غداری سے تنفر کے ہیں۔

۴- وہ ہمہ وقت اشـد آء عـلی الکفار اور رحـمآء بینھم میں سے تھے جس کے معنی مسلم آزادی سے کلی بچاؤ اور کسی کی حق تلفی سے کامل گریز کے ہیں۔

۵- وہ ہمہ ساعت رکـعــا سجدا اوررجوو انابت الی اللہ کے مقام پر فائز تھے جس کے معنی کبر و خودی و خودستائی اور شیخی بازی سے کامل گریز کے ہیں۔

۶- وہ پوری امت کے لیے نجوم ہدایت میں سے تھے جن کی اقتداء مطلوب شرعی اور اقتداء سے اہتداء وعدۂ شرعی ہے جس کے ساتھ دنیا کی اندھی سیاست،تعصب اوراغراض نفسانی اوران پرضداورہٹ جمع نہیں ہوسکتی۔

۷- ان کا ایک مدصدقہ بعدوالوں کے پہاڑ جیسے صدقات سے کہیں زیادہ اونچا تھا جس سے ان کی افضلیت غیر صحابہ پر علیٰ الاطلاق ثابت ہے۔

۸- وہ بوجہ والئی اہل بیت ہونے کے ان میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ نے رجس قلب اور تلوث باطن سے ان کی تطہیر کا ارادہ کیا ہوا تھا۔اور رسول نے اسی کی انھیں دعا دی ہوئی تھی اور اللہ کا ارادہ مراد سے متخلف نہیں ہوسکتا اور نبی کی دعاء بے اجابت نہیں رہ سکتی جس سے وہ رجس ظاہر و باطن سے پاک ہو چکے تھے۔

◆◆◆

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مفتی اعظم پاکستان)

تلخیص کتاب شہیدِ کربلا

دعوت فکر و عمل:

جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شباب اہل الجنتہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک مظلومانہ شہادت پر تو زمین وآسمان روئے جنات روئے جنگل کے جانور متاثر ہوئے، انسان اور پھر مسلمان تو ایسا کون ہے جو اس کا درد محسوس نہ کرے یا کسی زمانہ میں بھول جائے لیکن شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی روح مقدس درد و غم کا رسمی مظاہرہ کرنے والوں کی بجائے ان لوگوں کو ڈھونڈتی ہے جو اُن کے درد کے شریک اور مقصد کے ساتھی ہوں، اُن کی خاموش مگر زندہ جاوید زبان مبارک مسلمانوں کو ہمیشہ اس مقصد عظیم کی دعوت دیتی رہتی ہے جس کے لیے حضرت حسین بے چین ہو کر مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کوفہ جانے کے لیے مجبور تھے۔ اور جس کے لیے اپنے سامنے اپنی اولاد اور اپنے اہل بیت کو قربان کر کے خود قربان ہو گئے۔

واقعہ شہادت کو اول سے آخر تک دیکھیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطوط اور خطبات کو غور سے پڑھیے، آپ کو معلوم ہوگا کہ مقصد یہ تھا:

☆ کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دینا۔

☆ اسلام کے نظام عدل کو از سر نو قائم کرنا۔

☆ اسلام میں خلاف نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کے مقابلہ

---

* مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مولانا تھانوی کے خلیفہ اور دارالعلوم کراچی کے مہتمم تھے۔

میں مسلسل جہاد۔

☆ حق کے مقابلہ میں زور زر کی نمائش سے مرعوب نہ ہونا۔

☆ حق کے لیے اپنا جان و مال اور اولاد سب قربان کر دینا۔

☆ خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت نہ گھبرانا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اسی پر توکل اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

کوئی ہے جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم کربلا۔ شہید جو رو جفا کی اس پکار کو سنے اور ان کے مشن کو ان کے نقش قدم پر انجام دینے کے لیے تیار ہو، ان کے اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرما۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خواب اور ان کے عزم مصمم کی ایک وجہ

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے آپ کی طرف سے ایک حکم دیا گیا ہے، میں اس حکم کی بجا آوری کے لیے جا رہا ہوں، خواہ مجھ پر کچھ بھی گذر جائے۔

انہوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے فرمایا کہ آج تک میں نے وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے نہ کروں گا، یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جا ملوں۔

(کامل ابن اثیر، ص ا، ج ۴)

بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی جان اور اولاد کے خطرات اور سب حضرات کے خیر خواہانہ مشوروں نے بھی ان کے عزم مصمم میں کوئی کمزوری پیدا نہ کی، اور وہ کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک رات عبادت گذاری کے لیے مہلت مانگی:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ آج کی رات قتال ملتوی کر دو تا کہ میں آج کی رات میں وصیت اور نماز و دعا اور استغفار کرسکوں، شمر اور عمر بن سعد نے اور لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد مہلت دے دی اور واپس ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تقریر اہل بیت کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا:

> ''میں اللہ تعالیٰ کو شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، کہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے نوازا اور ہمیں کان اور آنکھ اور دل دیے جن سے ہم آپ کی آیات سمجھیں اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی ہمیں آپ اپنے شکر گذار بندوں میں داخل فرما لیجئے''۔

اس کے بعد فرمایا کہ:

> ''میرے علم میں آج کسی شخص کے ساتھ ایسے وفا شعار نیکو کار نہیں ہیں جیسے میرے ساتھی، اور نہ کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ ثابت قدم نظر آتے ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے میں سمجھتا ہوں کہ کل ہمارا آخری دن ہے میں آپ سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ سب اس رات کو تاریکی میں متفرق ہو جاؤ اور جہاں پناہ ملے چلے جاؤ اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ و اور مختلف علاقوں میں پھیل جاؤ کیوں کہ دشمن میرا طلب گار ہے وہ مجھے پائے گا تو وہ دوسروں کی طرف التفات نہ کرے گا''۔

یہ تقریر سن کر آپ کے بھائی اور اولاد اور بھائیوں کی اولاد اور عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے ایک زبان ہو کر بولے کہ واللہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد باقی نہ رکھے۔

پھر بنوعقیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمہارے ایک بزرگ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے ہیں وہی کافی ہیں، تم سب واپس ہو جاؤ میں تمہیں خوشی سے اجازت دیتا ہوں، انہوں نے کہا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے، کہ اپنے بزرگوں اور بڑوں کو موت کے سامنے چھوڑ کر اپنی جان بچا لائے بلکہ واللہ ہم آپ اپنی جانیں اور اولاد و اموال قربان کر دیں گے۔

مسلم بن عوسجہ نے اسی طرح کی ایک جوشیلی تقریر کی کہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں آپ کے سامنے قتال کرتا ہوا جان دے دوں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دردانگیز خطبہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے متوجہ کر چکے اور عورتوں کو خاموش کر دیا تو ایک دردانگیز و نصیحت آمیز بلیغ و بےنظیر خطبہ دیا:

حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! تم میرا نسب دیکھو میں کون ہوں پھر اپنے دلوں میں غور کرو کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ تم مجھے قتل کرو۔ اور میری عزت پر ہاتھ ڈالو کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا کا بیٹا نہیں ہوں کیا میں اس باپ کا بیٹا نہیں ہوں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچازاد بھائی اور وصی اولی المومنین باللہ تھا کیا سیدالشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں تھے کیا تمہیں یہ حدیث مشہور نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور

میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کو سید شباب الجنتہ اور قرۃ العین
اہل السنتہ فرمایا ہے۔ اگر تم میری بات کی تصدیق کرتے ہو اور
واللہ میری بات بالکل حق ہے میں نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا
جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے،
اور اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو تمہارے اندر ایسے لوگ
موجود ہیں جن سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے، پوچھو جابر بن
عبداللہ سے دریافت کرو ابوسعید یا سہل بن سعد سے معلوم کرو زید
بن ارقم یا انس سے وہ تمہیں بتلائیں گے کہ بیشک یہ بات انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے کیا یہ چیزیں
تمہارے لیے میرا خون بہانے سے روکنے کو کافی نہیں مجھے بتلاؤ
کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے جس کے قصاص میں مجھے قتل کر رہے
ہو یا میں نے کسی کا مال لوٹا ہے یا کسی کو زخم لگایا ہے۔''

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے روساء کوفہ کا نام لے کر پکارا اے شیث بن ربعی اے حجاز بن ابجر اے قیس بن اشعث اے زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے بلانے کے لیے خطوط نہیں لکھے یہ سب لوگ مکر گئے کہ ہم نے نہیں لکھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے خطوط موجود ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس کے بعد شمر دس آدمی ساتھ لے کر حضرت حسین رضی اللہ کی طرف بڑھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شدید پیاس اور اتنے زخموں کے باوجود ان کا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے اور جس طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑھتے یہ بھاگتے نظر آتے تھے اہل تاریخ نے کہا ہے کہ یہ ایک بے نظیر واقع ہے کہ جس شخص کی اولاد اور اہل بیت قتل کر دیے گئے ہیں۔ اس کو خود شدید زخم لگے ہوئے ہوں، اور وہ پانی کے ایک ایک

قطرہ سے محروم ہو اور وہ اس قوت اور ثبات قدمی سے مقابلہ کر رہا ہے کہ جس طرف رخ کرتا ہے مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگنے لگتے۔

شمر نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے ہر شخص بچنا چاہتا ہے تو آواز دی کہ سب یکبارگی حملہ کرو، اور یہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خیر خلق اللہ فی الارض ظالموں کو دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔انالله وانا اليه راجعون

شمر نے خولی بن یزید سے کہا کہ ان کا سر کاٹ لو وہ آگے بڑھا مگر ہاتھ کانپ گئے پھر شقی بدبخت سنان بن انس نے یہ کام انجام دیا۔آپ کی لاش کو دیکھا تو تینتیس زخم نیزوں کے اور چونتیس زخم تلواروں کے آپ کے بدن پر تھے، تیروں کے زخم ان کے علاوہ فرضی الله عنهم وارضا رزقنا حبه وحب من والده

لاش کو روندا گیا:

ابن زیاد شقی کا حکم تھا کہ قتل کے بعد لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا جائے، عمر بن سعد نے چند سواروں کو حکم دیا، انہوں نے یہ بھی کر ڈالا انالله وانا اليه راجعون

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے سر ابن زیاد کے دربار میں:

خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ان حضرات کے سر کو لے کر کوفہ روانہ ہوئے اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیے، ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے سب سروں کو سامنے رکھا، اور ایک چھڑی سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک کو چھونے لگا، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور بول اٹھے کہ چھڑی ان متبرک ہونٹوں کے اوپر سے ہٹالے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے یہ کہہ کر رو پڑے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم سن رسیدہ بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہاری بھی گردن مار دیتا۔ زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے باہر آ گئے کہ اے قوم عرب تم نے سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ

عنہا کے بیٹے کوقتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنالیا، وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرے گا اور شریروں کو غلام بنائے گا تمہیں کیا ہوا کہ اس ذلت پر راضی ہو گئے۔

واقعہ شہادت کا اثر فضائے آسمانی پر:

عام مورخین ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دو تین مہینہ تک فضا کی یہ کیفیت رہی کہ جب آفتاب طلوع ہوتا اور دھوپ در و دیوار پر پڑتی تو اتنی سرخ ہوتی تھی جیسے دیواروں کو خون لپیٹ دیا گیا ہو۔

شہادت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گیا:

بیہقی نے دلائل میں بسند روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ پراگندہ بال پریشان حال ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا ہے فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ کا خون ہے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو خبر دے دی تھی کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اس خواب سے چند روز کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع پہنچی اور حساب کیا گیا تو ٹھیک وہی دن اور وہی وقت آپ کی شہادت کا تھا۔

اور ترمذی نے سلمٰی سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ ایک روز ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ڈاڑھی پر مٹی پڑی ہوئی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے، فرمایا کہ میں بھی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر موجود تھا، (تاریخ الخلفا للسیوطی)

ابونعیم نے دلائل میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر میں نے جنات کو روتے دیکھا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعض حالات وفضائل:

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵رشعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروز عالم ہوئے اور ۱۰رمحرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵رسال شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی تحنیک فرمائی یعنی کھجور چبا کر اس کا رس ان کے منہ میں ڈالا اور کان میں اذان دی۔ اور اُن کے لیے دعا فرمائی اور حسین نام رکھا ساتویں روز عقیقہ کیا۔ آپ بچپن ہی سے شجاع و دلیر تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا:

حسین منی و انا من حسین اللهم احب حسینا اخرجه الحاکم فی المستدرك راسعاف

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین سے یا اللہ جو حسین رضی اللہ کو محبوب رکھے تو اسے محبوب رکھ۔

ابن حبّان، ابن سعد ابویعلی ابن عساکر ائمہ حدیث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنته وفی لفظ سید شباب اهل الجنته فلینظر الیٰ حسین بن علی رضی الله عنه

جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ نوجوان اہل جنت کے سردار کو دیکھے وہ حسین بن علی کو دیکھ لے،

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے یعنی حسین رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کی گود میں گر پڑے۔ اور آپ کی ڈارھی میں انگلیاں ڈالنے لگے آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا یا اللہ میں حسین رضی

اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کریں اور اس شخص سے بھی جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔

ایک روز ابن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہل آسمان کے نزدیک سارے اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان و مال پیش کرنے والے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے لیے کسی کی حاجت پوری کرنا میں اپنے ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر سمجھتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زرّین نصیحت:

فرمایا کہ لوگ اپنی حاجات تمہارے پاس لائیں تو اس سے ملول نہ ہو کیونکہ اُن کے حوائج تمہاری طرف یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اگر تم اس سے ملول و پریشان ہو گئے۔ تو یہ نعمت مبدل بہ قہر ہو جائے گی۔ یعنی تمہیں لوگوں محتاج کر دیا جائے گا کہ تم ان کے دروازں پر جاؤ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک روز حرم مکہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے:

> ''یا اللہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مجھے شکر گذار نہ پایا میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا مگر اس پر بھی آپ نے اپنی نعمت مجھ سے سلب کی۔ اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا یا اللہ کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے اور ان کی صحبت میں رہے یہاں تک کہ وہ شہید کر دیے گئے۔ اس کے بعد اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ

عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ امارت چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تو آپ بھی ان کے ساتھ مدینہ میں آ گئے اور جب تک بیعت یزید کا فتنہ شروع نہیں ہوا مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں آپ کے اہل بیت کے تینتیس حضرات شہید ہوئے۔(سعاف الراغبین)

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام:

چندیں اماں نداد کہ شب راسحر کند

جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیاس سے مجبور ہو کر دریائے فرات پر پہنچے اور پانی پینا چاہتے تھے کہ کم بخت حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا اس وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ بددعا نکلی کہ:

''یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ
جو کچھ کیا جارہا ہے میں اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں۔ یا اللہ
ان کو چن چن کر قتل کر اُن کے ٹکڑے ٹکرے فرما دے۔ ان میں
سے کسی کو باقی نہ چھوڑ''

اول تو ایسے مظلوم کی بددعا پھر سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبولیت میں شبہ کیا تھا دعا قبول ہوئی اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بری طرح مارے گئے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو کوئی قتل کیا گیا کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا یا مسخ ہو گیا۔ یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اُن کے اعمال کی اصل سزا نہیں بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لیے دنیا میں دکھا دیا ہے۔

قاتل حسین رضی اللہ عنہ اندھا ہو گیا:

سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا وہ دفعتاً نابینا ہو گیا تو لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے، اور اس پر قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبحہ کی ہوتی پڑی ہیں اس کے بعد آپ نے مجھے ڈانٹا اور خون حسین رضی اللہ عنہ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی میں صبح اٹھا تو اندھا تھا (المعارف)

منہ کالا ہو گیا:

نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کے بعد اُسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تارکول ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے تمہیں کیا ہوا۔ اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں۔ اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے اور اس حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

آگ میں جل گیا:

نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی۔ اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا۔ میرا کچھ بھی نہیں بگڑا یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا، سدی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا:

جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی پانی کتنا ہی پی جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

ہلاکت یزید:

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

حضرت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کس مقصد کے لیے قربانی پیش کی:

اس رسالے کے صفحہ ۳۶ پر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھا جو اہل بصرہ کے نام تھا جس کے چند جملے یہ ہیں:

> ''آپ لوگ دیکھ رہیں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جا رہی ہیں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفید کے لیے کوشش کردو۔
>
> (کامل ابن اثیر ص ۹ ج ۴)

فرزدق شاعر کے جواب میں جو کلمات کوفہ کے راستے میں آپ نے ارشاد فرمائے اس کے چند جملے رسالہ ہذا کے صفحہ ۵۰ پر یہ ہیں۔

> ''اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ کا شکر کریں گے اور ہم شکر ادا کرنے میں بھی اس کی اعانت طلب کرتے ہیں

کہ ادائے شکر کی توفیق دی اور اگر تقدیر الٰہی مراد میں حائل
ہوگئی تو اس شخص کا کچھ قصور نہیں جس کی نیت حق کی حمایت ہو اور
جس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔'' (ابن اثیر)

صفحہ ۵۹ میں میدان جنگ کے خطبہ کے یہ الفاظ غور سے پڑھیے جس میں ظلم و جور کے مقابلہ کے لیے محض اللہ کے لیے کھڑے ہونے کا ذکر ہے صفحہ ۶۱ پر میدان جنگ کا تیسرا خطبہ اور اس کے بعد حر بن یزید کے جواب میں ایک صحابی کے اشعار مکرر غور سے پڑھیے جس کے چند جملے یہ ہیں۔

''موت میں کسی جوان کے لیے عار نہیں جبکہ اس کی نیت خیر اور
مسلمان ہو کر جہاد کر رہا ہو۔''

صفحہ ۶۶ پر عین میدانِ کارزار میں صاحبزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ کا خواب سن کر یہ کہنا کہ ابا جان کیا ہم حق پر نہیں، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب بندگان خدا کا رجوع ہے بلا شبہ ہم حق پر ہیں' اس کو مکرر پڑھیے۔

صفحہ ۷۳ پر اہلِ بیت کے سامنے آپ کے آخری ارشادات کے یہ جملے پھر پڑھیے۔

''میں اللہ تعالیٰ کا شکر دا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں
بھی یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں شرافت
نبوت سے نوازا اور ہمیں کان آنکھ اور دل دیئے جس سے ہم آپ
کی آیات سمجھیں اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ
عطا فرمائی ہمیں آپ اپنے شکر گذار بندوں میں داخل فرما لیجئے''

ان خطبات اور کلمات کو سننے پڑھنے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ جہاد اور حیرت انگیز قربانی اپنی حکومت و اقتدار کے لیے تھے۔ بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو اس مقدس ہستی کی عظیم الشان قربانی کو ان کی تصریحات کے خلاف بعض دنیوی عزت و اقتدار کی خاطر قرار دیتے ہیں۔

حقیقت وہی ہے جو شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سارا جہاد صرف اس لیے تھا کہ۔

☆ کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں۔
☆ اسلام کے نظام عدل کو از سرنو قائم کریں۔
☆ اسلام میں خلافت نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کا مقابلہ کریں۔
☆ حق کے مقابلہ میں نہ زور و زر کی کی نمائش سے مرعوب ہوں اور نہ جان و مال اور اولاد کا خوف اس راستہ میں حائل ہو۔
☆ ہر خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔

اور اسی پر ہر حال میں توکل و اعتماد ہو اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اس کے شکر گذار بندے ثابت ہوں۔

کوئی ہے جو جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کربلا جور جفا کی اس پکار کو سنے اور اُن کے مشن کو ان کے نقش قدم پر انجام دینے کے لیے تیار ہو ان کے اخلاق حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یا اللہ ہم سب کو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام اور اہل بیت اطہار کی معیت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرمائے۔

اللهم ربناارزقنا من حيك وحب اهل بيته الاطهار اصحاب الابرار مـامتحول به بيننا وبين معصيك و صلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه وصفوة رسـولـه محمد وعلىٰ صحبه و اهل بيت ولاسيماسيد اشباب اهل الجنته الـحسـن والـحسيـن رضـى الـلـه عـنهـما واخردعواناان الحمد للـه رب العالمين۔

◆◆◆

معارف الحدیث (کتاب المناقب)

مولانا منظور نعمانی

مناقب حسین بن علی رضی اللہ عنہما

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نواسے اور حضرت علی وحضرت فاطمہؓ زہرا کے چھوٹے صاحبزادے حضرت حسینؓ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی، آپؐ نے ہی ان کا نام حسین رکھا، اُن کو شہد چٹایا، ان کے منھ میں اپنی زبان مبارک داخل کر کے لعاب مبارک عطا فرمایا اور ان کا عقیقہ کرنے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کے عقیقہ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اپنے بڑے بھائی حضرت حسن کی طرح حضرت حسین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور آپ گو ان سے بھی غیر معمولی محبت اور تعلق تھا جس کا کچھ تذکرہ مناقب وفضائل کے سلسلہ میں آئے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان کی عمر صرف چھ یا سات سال تھی، لیکن یہ چھ سات سال آپ کی صحبت اور شفقت ومحبت میں گذرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ نے خاص لطف وکرم اور محبت کا برتاؤ کیا۔ حضرت عمرؓ کے آخری زمانۂ خلافت میں آپ نے جہاد میں شرکت شروع کی ہے اور پھر بہت سے معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں جب باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کو ان کے گھر کی

حفاظت کے لئے مقرر کر دیا تھا۔

جب حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے یزید کی خلافت کی بیعت لی تو حضرت حسینؓ اس کو کسی طرح برداشت نہ کر سکے اور یزید کے خلیفہ بن جانے کے بعد اپنے بہت سے مخلصین کی رائے ومشورہ کو نظر انداز کر کے جہاد کے ارادہ سے مدینہ طیبہ سے کوفہ کے لئے تشریف لے چلے ابھی مقام کربلا ہی تک پہونچے تھے کہ واقعۂ کربلا پیش آیا اور آپ وہاں شہید کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ تاریخ وفات ۱۰ ارمحرم ۶۱ھ ہے اس وقت عمر شریف تقریباً ۵۵ رسال تھی۔

جیسا کہ پہلے بھی حضرت فاطمہ زہراؓ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہؓ ہی سے چلی ہے اور ان کی اولاد میں حضرات حسنین اور ان کی دو بہنیں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم اجمعین ہی آپؐ کی بقاءِ نسل کا ذریعہ بنے ہیں۔

حضرات حسنین کے فضائل ومناقب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ کے صحابی ہونے کا شرف کیا کم ہے پھر آپؐ کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت بھی تھی۔ شفقت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ یہ دونوں بھائی بچپن میں حالت نماز میں آپ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے کبھی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں سے گذرتے رہتے اور آپ نماز میں بھی ان کا خیال کرتے۔ جب تک وہ کمر پر چڑھے رہتے آپ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔ آپ اکثر انہیں گود میں لیتے، کبھی کندھے پر سوار کرتے، ان کا بوسہ لیتے انہیں سونگھتے اور فرماتے **انکم لمن ریحان الله** تم اللہ کی عطا کردہ خوشبو ہو۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر حضرت اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ نے عرض کر دیا اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میرے تو دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا انہ **من لا یرحم لا یرحم** جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی من جانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے۔ آیت تطہیر کے نزول کے بعد آپ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کو اپنی ردائے مبارک میں داخل فرما کر اللہ سے عرض کیا **اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا**۔ اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور فرمادیجئے اور پاک وصاف کردیجئے۔

صحیح بخاری میں حضرت عدی بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے تھے اور یوں دعا کررہے تھے **اللھم ابنی احبه فاحبه** اے اللہ یہ مجھے محبوب ہے آپ بھی اسے اپنا محبوب بنالیجئے۔

امام بخاری نے ہی حضرات حسینؓ کے مناقب میں حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ان سے کسی عراقی نے مسئلہ دریافت کیا کہ محرم اگر مکھی ماردے تو کیا کفارہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھنے آتے ہیں۔ اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت حسینؓ) کو قتل کردیا حالانکہ آپ نے اپنے دونوں نواسوں کے بارے میں فرمایا تھا **ھما ریحانتا ی من الدنیا**۔ یہ دونوں میرے لئے دنیا کی خوشبو ہیں امام ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید کی حدیث ذکر کی ہے کہ میں کسی ضرورت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گھر کے باہر اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ دونوں کولھوں پر (یعنی گود میں) کچھ رکھے ہوئے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے جب اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو عرض کیا گیا ہے آپؐ نے چادر ہٹادی میں نے دیکھا کہ ایک جانب حسنؓ اور دوسری جانب حسینؓ ہیں اور فرمایا۔ **ھٰذان ابنای و ابناابنتی اللھم انی احبھمافاحبھماو احب من یحبھما**۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت فرمائیے اور جو ان سے محبت کرے اس کو بھی اپنا محبوب بنالیجئے۔ ''**اللھم انی احبھما فا حبھما**'' اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں آپ بھی ان کو اپنا محبوب بنالیجئے کہ دعائیہ کلمات صحیح سندوں سے حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہیں اور اس میں

کیا شک ہے کہ آپ کے یہ دونوں نواسے اللہ کے بھی محبوب اور اللہ کے رسول کے بھی محبوب اور ان دونوں سے محبت رکھنے والے بھی اللہ اور اس کے رسول کے محبوب ہیں، ایک بار ایسا ہوا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے، دونوں نواسے آ گئے آپ نے خطبہ روک کر ان دونوں کو اٹھالیا اور اپنے پاس بٹھایا پھر باقی خطبہ پورا کیا۔

امام ترمذی نے حضرت یعلی بن مرہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔**

حسین میرے ہیں اور میں حسین کا، جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے حسین میرے ایک نواسے ہیں۔

حسین منی وانا من حسین کے کلمات انتہائی محبت، اپنائیت، اور قلبی تعلق کے اظہار کے لئے ہیں، اس کے بعد وہی دعائیہ کلمات ہیں جن کے متعلق عرض کیا کہ یہ الفاظ متعدد روایات میں مذکور ہیں اس مضمون کی کئی روایات امام ترمذی نے مناقب الحسن والحسین کے عنوان کے تحت ذکر کی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کو **سیدۃ نساء اھل الجنۃ** اور دونوں بھائیوں کو **سید اشباب اھل الجنۃ** فرمایا ہے۔

یہ دونوں بھائی اگرچہ کثیر الروایت نہیں لیکن پھر بھی براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدین سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں بھائی بہت ہی عبادت گذار تھے، دونوں نے بار بار مدینہ سے مکہ تک پیدل سفر کر کے حج کئے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں کثرت سے مال خرچ کرتے تھے۔ جود وسخاوت، ماں باپ اور نانا جان سے وراثت میں ملی تھی۔ رضی اللہ عنہما وارضاہما۔

◆◆◆

مولانا محمد کلیم صدیقی*

ارمغان

(جلد ۷ا شمارہ ۳ مارچ ۲۰۰۹ء مطابق ربیع اول ۱۴۳۰ھ)

عظمت ومحبت رسول اور اہل بیت رسول مومن کا پاور ہاؤس

آپس میں کھیلتے کھیلتے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن عمر کو میرے غلام کہہ کر خطاب کیا، اور وہ بھی قریش مکہ معزز ترین باپ اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے صاحب زادے تھے، ان کو یہ بات حد درجہ نا گوار ہوئی فوراً اپنے گھر آئے اور بہت نا گواری کے انداز میں اپنے والد ماجد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جو اس وقت خلیفہ اور امیر المومنین تھے جا کر شکایت کی کہ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے اے میرے غلام کہہ کر پکارا ہے اور مجھے ذلیل کیا ہے امیر المومنین حضرت عمر فرط وعقیدت اور عظمت اور محبت رسول میں بے تاب ہو گئے اور اپنے لاڈلے بیٹے سے فرمایا میرے بیٹے جاؤ کاغذ قلم لے کر جاؤ میرے آقا کے نواسے سے لکھوا کر دستخط کروالاؤ اگر حسین تمہیں لکھ کر دے دیتے ہیں، تو تمہاری اور ہماری سب کی نجات کا وسیلہ مل جائے گا۔ اگر حسین مجھے اپنا غلام کہتے تو میں ان کے پاؤں پڑ جاتا اور ان سے لکھوا کر لے لیتا تو ہمارے لیے آخرت میں پیش کرنے کے لیے ایک سند بن جاتی۔

یہی امیر المومنین عمر بن الخطاب میں، ایک مرتبہ گھر سے مسجد نبوی میں نماز

---

* مولانا محمد کلیم صدیقی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے خلیفہ ہیں، آپ کے دستِ مبارک پر بلا مبالغہ ہزاروں افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔

کے لیے تشریف لے جارہے ہیں، راستہ میں حضرت عباس کا گھر پڑتا ہے، انھوں نے چھت پر مرغی کے چوزے ذبح کیے ان کا خون پرنالے سے بہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر گر گیا، واپس گھر تشریف لائے اور دوسرے کپڑے بدل کر نماز پڑھی، واپس آکر یہ پرنالہ جو مسجد جانے والوں کے راستہ پر پڑتا تھا اسے ہٹوادیا، حضرت عباس نے امیر المومنین کو بتایا کہ یہ پرنالہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگوایا تھا، یہ سننا تھا کہ امیر المومنین بے قرار ہوگئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خوشامد کی اور ان کو اللہ کی قسم دی اور فرمایا کہ خدا کے لیے آپ میرے کاندھے پر چڑھ کر اس پرنالے کو لگادیں، امیر المومنین اس پرنالہ کے نیچے کھڑے ہوگئے اور حضرت عباس نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر کھڑے ہوکر وہ پرنالہ نصب کیا۔

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت میں یہ اس شخص کا حال ہے کہ آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد دنیا کے شہنشاہ کے کلیجے عمر فاروق اعظم کا نام سن کر رعب اور دبدبہ سے دہل جاتے ہیں، تو عمر نواسہ رسول حضرت حسین کا اے غلام کہنا وہ اپنے کیے کتنا بڑا وقار سمجھتے ہیں، اسلام کی چودہ سو سال تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی حمیت اور ان کو اسلامی قدروں سے والہانہ طور پر مربوط رکھنے کا سب سے بڑا پاور ہاؤس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، اور آپ سے ادنیٰ درجہ کی نسبت رکھنے والی ہر چیز کی عظمت اور محبت تھی، خصوصاً خیر القرون میں صحابہ کرام، کہ وہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی غلامی کو اپنے لیے دارین کا افتخار واعزاز سمجھتے تھے خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کو خود زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر الخلائق بعد الانبیاء (انبیا کے بعد ساری مخلوقات میں سب سے افضل) کا خطاب دیا تھا، کا قول امام بخاری امام مسلم اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔

عـن ابـی بـکر الصدیق رضی الله عنه انه قال العلی بن ابی طالب والـذی نـفسی بیده القرابة رسول الله احب الیمن قرابتی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاء اوران کے قرابت دار مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ محبوب ہیں)۔

بلاشبہ ایمان کا حق بلکہ ایمان کی خیر اسی میں ہے کہ نبی رحمت للعالمین کی ذات، آپ کے اہل بیت آپ کے صحابہ آپ کے شہر، بلکہ آپ کے در سے نسبت رکھنے والے کتے کی عظمت ومحبت مومن کے دل میں ہو، اور اس محبت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نبی کی محبت کا دعویٰ کرنے والا نبی کے فرمان وشریعت کو مانتا ہو، نبی کی ماننے والا ہی اصل میں نبی کو ماننے والا ہوسکتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا دعویٰ کرنے والا اگر نبی کے فرمان اور نبی کی شریعت کونہیں مانتا تو اس کی محبت اور نبی کو ماننے کا دعویٰ بے دلیل ہے۔

◆◆◆

آپ کے مسائل اور ان کا حل (جلد اول)

از

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں مسلک اہلسنت

حضرت حسین اور یزید کی حیثیت

سوال– مسلمانوں میں واقعہ کربلا کے حوالے سے بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں کچھ لوگ جو یزید کی خلافت کو صحیح مانتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں جب کہ یزید کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ ازراہ کرم یہ فرمائیے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی کہنے والوں کے لیے کیا حکم ہے یزید کو امیر المومنین کہنا کہاں تک درست ہے؟

جواب– اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ ان کے مقابلے میں یزید حق پر نہیں تھا۔ اس لیے یزید کو امیر المومنین نہیں کہا جائے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''باغی'' کہنے والے اہل سنت کے عقیدہ سے باغی ہیں۔

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں'' (ترمذی)

جو لوگ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعوذ باللہ ''باغی'' کہتے ہیں وہ کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت وسیادت میں

جنت میں جائیں گے۔

کیا یزید کو پلید کہنا جائز ہے:

یہاں تو بحث یزید کے استخلاف کے بعد کے کارناموں سے ہے کہ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے جو کچھ کیا وہ خیر و برکت کے اعمال تھے یا فسق و فجور کے؟ ان کی وجہ سے وہ ''طاہر و مطہر'' کہلانے کا مستحق ہے یا ''پلید و ملعون'' کہلانے کا؟ اور ان کارناموں کے بعد اس کے بارے میں اکابر امت نے کیا رائے قائم کی؟ میں اوپر بتا چکا ہوں کہ اس کے سہ سالہ دور کے تین واقعات مشہور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب نواسہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کا قتل۔ حرم مدینہ کی پامالی اور اہل مدینہ کا قتل عام۔ حرم کعبہ پر فوج کشی۔ کیا کوئی ایسا شخص جس کے دل میں ایمان کی رمق ہو ان سنگین واقعات کے بعد بھی اس کے دل میں یزید کی محبت اور اس کی عزت وعظمت باقی رہ سکتی ہے؟ کیا ہمارے علوی صاحب کی صحابی رضی اللہ عنہ یا کسی جلیل القدر تابعی کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں؟ کہ انہوں نے ان واقعات پر یزید کو داد تحسین دی ہو؟ اور کیا یہ واقعات ہمارے علوی صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء کے موجب نہیں ہوئے ہوں گے؟ یزید کی حمایت ومخالفت سے ذہن کو فارغ کر کے ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ جب خانوادۂ نبوت کو خاک وخون میں تڑپایا جا رہا ہو، جب مدینۃ الرسول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو تہہ تیغ کیا جا رہا ہے اور حرم کعبہ پر فوج کشی کر کے اس کی حرمت کو مٹایا جا رہا ہو اور پھر یہ واقعات ایک کے بعد ایک پے در پے ہو رہے ہوں تو کس مسلمان ہوگا جو یزید کے کردار پر صدائے آفرین بلند کرے، اور ان تمام سیاہ کاریوں کے باوجود یزید کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔

◆◆◆

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

تعمیر حیات
(پندرہ روزہ، ۲۵/دسمبر ۲۰۱۰ء)

شہید دشت کربلا کا پیام

محرم کو مٹایئے نہیں، اسے بڑھایئے اور ترقی دیجئے۔ یاد حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی سے غافل نہ ہوئیے۔ آپ کا سال قدرتاً محرم سے شروع ہوتا ہے کوشش کیجیے کہ سال کا خاتمہ بھی محرم پر ہو اور سال کے ہر مہینہ آپ کے یہاں محرم ہی رہے۔ آپ کا پیارا حسین رضی اللہ عنہ تو زندوں سے بڑھ کر زندہ، خوش نصیب سے بڑھ کر خوش نصیب اور بامرادوں سے بڑھ کر بامراد ہے، اپنے دل میں تڑپ، ذوق اور ولولہ پیدا کیجئے کہ آپ کا انجام بھی حسین رضی اللہ عنہ کے خادموں اور غلاموں، خدمت گزاروں اور کفش برداروں کا سا ہو۔ آپ خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ کو علی مرتضی کے نور نظر کو، بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر کو سرزمین حجاز کے زندہ حسین کو جگہ دیجیے اپنی آنکھ کی پتلی میں، اپنے ہر ذرہ خون میں اپنے ہر تار نفس میں سچا محرم یہ ہے کہ آپ کے جسم کا رواں رواں فدائیت و شہادت کے جذبات سے مست و بےقرار و بیتاب نظر آنے لگے۔

◆◆◆

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ علیہ

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ہم

امام حسین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اگر آپ زندہ ہوتے اور کربلا کا واقعہ آپ کے سامنے پیش آیا ہوتا تو آپ اس وقت کیا کرتے؟ آیا آپ امام کی فوج میں بھرتی ہو جاتے، حق پرستی کا جھنڈا ہاتھ میں لے لیتے، اپنا نام اللہ کے سپاہیوں میں لکھا لیتے، ظالم حکومت کے مقابلہ میں جان دینے پر آمادہ ہو جاتے، فاسق حکمراں کی اطاعت سے انکار کر کے ہر سزا اور ہر عذاب کے برداشت کرنے پر مستعد ہو جاتے، راہ حق میں شہادت کی طلب اور تڑپ آپ کو بیقرار کر دیتی؟ یا اس کے برعکس آپ یہ کرنے لگتے کہ میدان شہادت سے دور اپنے عزیزوں اور ہم وطنوں کے درمیان آرام وعیش سے رہ کر مزیدار حلوے پکاتے، بانس کی کھپاچوں کو خوشنما اور چمکدار کاغذوں سے آراستہ کرتے، لذیذ سے لذیذ شربت پیتے پلاتے اپنے اپنے مقام پر میلہ لگاتے۔ اس میں کھانے پینے کی دکانیں جماتے اور اپنا......۔ اگر خدانخواستہ یہ آخری شق آپ امام رضی اللہ عنہ کے سامنے اختیار کرتے تو اللہ کو حاضر و ناظر جان کر خود اپنے ہی دل سے پوچھیے کہ شہیدوں کا وہ سرتاج آپ کی بابت کیا رائے قائم کرتا؟

حسین رضی اللہ عنہ آج بھی زندہ ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کی صدائے حق آج بھی بدستور گونج رہی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ آج بھی یزیدی اور طاغوتی قوتوں کے مقابلہ کے لیے آپ کو دعوت دے رہے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ آج بھی میدان شہادت میں پیش قدمی کرنے کے لیے آپ کو طلب کر رہے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ آج بھی فاسق حکومت کے مقابلہ میں اعلان آزادی کے لیے اہل ایمان کی فوجیں بھرتی کر رہے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کو آج ضرورت ہے آپ کے دل کی آپ کے

ایمان کی، آپ کے تقویٰ کی، آپ کے صبر کی، آپ کی استقامت کی، آپ کی حق پرستی کی، آپ کے جذبہ آزادی، آپ کے عزم وہمت کی، آپ کے ولولہ باطل شکنی کی اور آپ کے ذوق شہادت کی۔ ہے ذوق شہادت کوئی جو اس زندہ حسین کی آواز پر لبیک کہے؟ ہے کوئی جو یزیدی اور طاغوتی طاقتوں سے مقابلہ وجہاد کے لیے زندہ حسین رضی اللہ عنہ کی فوجوں میں بھرتی ہوکر اپنی ابدی زندگی کا حق پیدا کرے؟

حسین رضی اللہ عنہ کی بے نظیر قربانی کی کیا آپ کے دل میں صرف اسی قدر وقعت ہے، کہ سال بھر میں ایک خاص تاریخ کو، یا سال بھر میں کل دس دن اپنی نکالی ہوئی بعض رسموں کے ساتھ وہ پاک اور پیارا نام اپنی زبانوں پر لے آیئے؟ آگر صرف اس قدر ہے تو خدا بہتر جانتا ہے کہ آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو نہیں پہچانا، آپ نے اس بے نظیر قربانی کی کچھ قدر نہ کی، آپ پر اس مقدس زندگی کا سبق ضائع گیا۔ حسین رضی اللہ عنہ کی یاد تو اس قابل ہے کہ آپ سال بھر برابر محرم مناتے رہیں، سال کا کوئی مہینہ، مہینہ کا کوئی دن، دن کا کوئی گھنٹہ، ایسا نہ گزرنے پائے جس میں آپ اس سے غافل ہوں! کسی عارف نے کہا ہے۔

جان داد نہ داد دست دردوست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

(اپنی جان دیدی لیکن یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا قسم خدا کی کہ ''لاالہ اللہ'' کی بنیاد حسین رضی اللہ عنہ ہیں)

آپ کے خیال میں یہ کیا محض شاعری ہے؟ باطل کی حکومت آج پھر قائم ہے۔ غیر خدائی قواتیں آج پھر ابھری ہوئی ہیں، یزیدی طاقتیں آج پھر عروج پر ہیں لیکن حسین رضی اللہ عنہ کا لشکر آج کہاں ہے؟ حسین رضی اللہ عنہ کی سپاہ آج کدھر ہے؟ اٹھئے اور لشکر حسین کے علم کو سنبھالیئے، اور حسین رضی اللہ عنہ کے پرچم کو بلند کیجیے۔ حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کے دست و بازو آپ کے خلوص وصدق آپ کے جوش حق وولولہ عمل کی ضرورت ہے، کہ آپ کے باجہ اور تماشہ کی نہیں۔

علامہ فیض الحسن سہارنپوری

علامہ فیض الحسن سہارنپوری (۱۸۱۶-۱۸۸۷ء) علوم عربیہ کے مایہ ناز استاذ تھے، برصغیر کے متعدد نامور علمائے آپ سے رشتہ تلمذ رکھتے ہیں "دیوان الفیض" آپ کا مجموعہ کلام ہے۔ اس میں دوسرے قصیدے کے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

"خلقت مبارکا و بعث سمحا

فاحسن بی علی سوئی وعابی

تربت و طال ماتربیت یمینی

فخذ بیدی بآل ابی تراب"

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برکتیں لے کر پیدا ہوئے اور صاحب جودو کرم بن کر مبعوث ہوئے سو میری بدحالی اور کوتاہی کے باوجود میرے ساتھ احسان کیجیے۔

ایک طویل مدت ہورہی ہے کہ میرا ہاتھ تراب (خاک) آلود ہے یعنی میں فقر واحتیاج میں مبتلا ہوں) سو آل ابی تراب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے میری دستگیری فرمائیے!

یہ اشعار بھی مودت اہل بیت رضی اللہ عنہ کے اُس کے پاکیزہ جذبے کی ترجمانی کرتے ہیں جس سے ہر دور میں اہل حق کے قلوب معمور و مخمور رہے!

☆

دیوبند کے مشہور عالم مولانا اشرف علی تھانوی کا امام حسین کے متعلق ارشاد:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ "حقیقت میں واقعۂ جاں کاہ سید الشہداءؑ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان، حور وملک اور جن وانس اور جمادات ونباتات قیامت تک گریہ کریں تو بھی تھوڑا ہے۔" (فتاوی امدادیہ، ج۴، ص۶۰)

◆◆◆

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ

کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہ

کرامات سبطِ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۷تا۴۶) لماقتل الحسین رضی الله تعالیٰ عنه مکثت الدنیا سبعة ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرة والکواکب بعضها یضرب بعضاوکان قتله یوم عاشوراء وکسفت الشمس ذلک الیوم واحمرت افاق السماء ستة اشهر بعد قتله ثم زالت الحمرة تری فیها بعد ذلک ولم تکن تری فیها قتله وقیل انه لم یقلب حجربیت المقدس یومئذالاوجدتحته دم صبیط ومارالورس الذی فی عسکرهم فکانوا یرون فی لحمها مثل النیران وطبخوها فصارت مثل العلقم وتکلم رجل فی الحسین رضی الله تعالی عنه بکلمة فرماه الله بکوکبین من السماء فطمس بصره .(کذافی تاریخ الخلفاء ص: ۱۴۵)وفیه ایضاً اخرج ابونعیم فی الدلائل عن ام سلمة رضی الله تعالی عنها قالت: سمعت الجن تبکی علی حسین رضی الله تعالیٰ عنه فتنوح علیه.

ترجمہ:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ شہید کیے گئے تو دنیا کی سات دن تک یہ حالت تھی کہ:

(۱) سورج کی روشنی دیواروں پر کسم میں رنگی ہوئی چادروں کی طرح معلوم ہوتی

تھی یعنی دھوپ بالکل پھیکی معلوم ہوتی تھی۔

(۲) اور ایک ستارہ دوسرے ستارے پر گر رہا تھا یعنی لگاتار آسمانی ستارے ٹوٹ رہے تھے۔

(۳) آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت دسویں محرم ۶۰ھ میں ہوئی اور اسی دن شدید ترین سخت سورج گرہن لگا۔

(۴) آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے سات ماہ تک آسمان کے کنارے کچھ عجیب طرح سے سرخ رہے اور پھر وہ سرخی جاتی رہی۔ شہادت سے پہلے اور اس کے بعد پھر کبھی ایسی سرخی نہیں دیکھی گئی۔

(۵) آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے دن بیت المقدس میں ہر پتھر کے نیچے تازہ تازہ خون نکلا۔

(۶) ظالموں کی فوج میں جو پیلے رنگ کی گھانس رکھی ہوئی تھی وہ راکھ ہوگئی۔

(۷) ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت میں سے آگ کی چنگاریاں نکلتے دیکھیں۔

(۸) اور جب اس کا گوشت پکایا تو وہ اندرائن کی طرح کڑوا زہر ہوگیا۔

(۹) ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے گستاخ باتیں کیں تو خدائے جبار وقہار نے اس پر دو آسمانی ستارے پھینکے جس سے اس کی قوت بصارت جاتی رہی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ الخلفاء ص: ۱۴۵) اور ان ایام کی اسی حالت سے متعلق حضرت ابونعیم (رحمۃ اللہ تعالی) نے کتاب الدلائل میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ پر جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دس کرامتیں تاریخ خلفاء سے نقل کی گئی ہیں۔ مابقی آگے دیکھئے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسوف شمس سے اہل ہیئت کی اصطلاح

جوآخری مہینہ میں رونما ہوتی ہے وہ نہیں بلکہ لغوی یعنی آفتاب کا بے نور ہوجانا بتایا ہے۔

نیز ان مذکورہ بالا کرامات کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید صحیح حوالوں کے ساتھ کتاب تہذیب التہذیب کی جلد دوم صفحات:۳۵۴، ۳۵۵ پر بھی بیان کیا ہے۔

(۴۷تا۵۳) **قال خلف بن خليفه عن أبيه : لماقتل الحسين رضى الله تعالى عنه اسودت السماء وظهرت الكواكب نهار اوقال محمد بن الصلت الأسدى عن الربيع بن منذرالشورى عن أبيه :جاء رجل يبشو الناس بقتل الحسين رضى الله تعالى عنه فرأيته اعمى يقادوقال أبن عيينه حدثنى جدتى ام أبى قالت: شهدرجلان من الجعفيين قتل الحسين بن على رضى الله تعالى عنه قالت: فاماأحد هما فطال ذكره حتى يلفه وأما الآخر لكان يستقبل الرادية بفيه حتى يأتى آخر ها وفى قصة عن السدى فقلنا ماشرك فى قتله أحد الامات بأسوء ميته فقال ماكذبتم ياأهل العراق فانا ممن شرك فى ذلك فلم يبرج حتى دنا من المصباح وهو يتقدفنفط فذهب يخرج الفتيلة باصبعه فاخذت النار فيها فذهب يطفئها بريقه فاخذت النار فى لحيته فعداةألقى نفسه فى الماء فرأيته كانه حممة:**

(تهذيب التهذيب للحافظ ابن حجر ص: ۳۵۴، ۳۵۵ ج:۲)

ترجمہ: خلف بن خلیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت آسمان کالا ہوگیا اوردن میں ستارے نکل آئے۔ محمد بن صلت اسدی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ربیع بن منذر ثوری (رحمہ اللہ تعالیٰ) اورانہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اوروہ اندھا ہوگیا۔ جس کو دوسرا آدمی کھینچ کر لے گیا۔ ابن عیینہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا قبیلہ جعفیین کے دوآدمی جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک

تھے جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا اور دوسرے آدمی کو اتنا سخت استسقاء ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور اس کی آخری بوند تک چوس جاتا۔ سدی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جگہ مہمان گیا جہاں قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے کہا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں جو شریک ہوا وہ بری موت مرا۔ جس پر گفتگو کرنے والے نے کہا۔ اے عراقیو! تم کتنے جھوٹے ہو۔ مجھے دیکھو میں قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک تھا لیکن اب تک بری موت سے محفوظ ہوں۔ اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں اور تیل ڈال کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ گئی جسے وہ اپنی پھونک سے بجھا رہا تھا کہ اس کی ڈاڑھی میں آگ لگ گئی۔ وہ وہاں سے دوڑا اور پانی میں کود پڑا تا کہ آگ بجھ جائے لیکن آخرکار جب اسے دیکھا تو جل کر کوئلہ ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی دکھا دیا کہ تیری شرارت کا یہ انجام ہے۔

(۵۳) عن عمارة بن عمير قال: لماجي برأس عبيدالله بن زياد و أصحابه نضدت رؤسهم في رحبة المسجد فانتهيت اليهم وهم يقولون قدجاء ت فجعلت تخلل الرئوس حتى دخلت في منخر عبيدالله بن زياد فمكثت هنيئة ثم خرجت فذهبت ثم عادت فداخلت فيه وفعلت ذلک مرتين أوثلثاً أخرجه الترمذي وصححه.

(تیسیر کشوری ص: ۱۵۰ ج ۲)

ترجمہ: عمارہ بن عمیر نے بیان کیا کہ جب عبیداللہ زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لاکر مسجد کے برآمدے میں برابر برابر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس پہنچا جب کہ وہ لوگ کہہ رہے تھے وہ آ گیا کہ اتنے میں ایک سانپ نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کر دیا اور عبیداللہ بن زیادہ کے نتھنے میں گھستا اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آ جاتا۔ اس واقعہ کو امام ترمذی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بیان کر کے سند کو بھی صحیح کہا ہے۔

◆◆◆

جمالِ محمدی ﷺ

درس بخاری کے آئینہ میں (جلد سوم)

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا صاحب
خلیفہ
حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ*

پینے کے لئے پانی تک نہیں:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے رونے کی آواز سنی تشریف لائے، پوچھا کیا بات ہے؟ تو عرض کیا گیا یا رسول! پیاس کی وجہ سے بچے رو رہے ہیں۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! کہیں ہمارے ساتھ اس کی نوبت آئی۔

میں نے عرض کیا کہ کتنی نعمتوں میں ہیں ہم! جو چاہے ہم پی سکتے ہیں، جو چاہے کھا سکتے ہیں، جو چاہے پہن سکتے ہیں، پھر بھی کتنی ناشکری۔ تو عرض کیا گیا یارسول اللہ، گھر میں پانی نہیں ہے پیاس کی وجہ سے بچے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کر۔ تلاش کرتے ہوئے بھی پانی نہیں ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو گود میں لیا، اپنی زبان مبارک جس طرح بچہ ڈمی لے کر اور بوتل لے کر

* حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی مدح کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ آپ کی مبارک کتاب فضائل اعمال، قرآنِ پاک کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ آپ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا اور آپ جنت البقیع میں اہلِ بیت کے احاطے کے قریب دفن ہیں۔)

چوستا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان مبارک اس کے منہ میں دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی کے پچاسوں معجزات، کہ پانی ختم ہوگیا ہزاروں کی فوج ساتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پانی کسی کے پاس تھوڑا سا ہے، تو وہ لاؤ۔ تھوڑا سا ایک گھونٹ پانی لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس میں رکھا، انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا، تو اسی طرح بچوں کو گود میں لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وہ پانی پی رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کو وہ چوس رہے ہیں۔

دوستو! ہمارا صرف دعویٰ ہے اسلام کا، صرف دعویٰ ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے محبت کا، آج اس دن میں ہم نے کتنی دفعہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کیا؟ کتنا ان کے لئے ایصال ثواب کیا؟ کوئی ایک آنسو ٹپکا؟ یہ کتنے گھروں میں کوئی حادثہ پیش آیا ہو، باپ مرگیا ہو، بھائی مرگیا ہو، کسی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہو تو جب وہ تاریخ آتی ہے تو طبیعت گھر والوں کی خراب، اس تاریخ کو یہ ایکسیڈنٹ ہوا تھا، اس تاریخ میں میرے باپ کا انتقال ہوگیا تھا، میری ماں مرگئی تھی، عمر بھر وہ تاریخ یاد، وہ وقت یاد، اس کی تفصیل یاد، مگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی تاریخ ہمیں معلوم نہیں۔ کیسی عظیم الشان تاریخ۔

سرداد، دست نہ داد در دستِ یزید:

سرداد، دست نہ داد در دستِ یزید، کہ آج کے دن ان سے مطالبہ کیا جارہا تھا عرصے سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ یزید خلیفۂ وقت ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلو، آپ نے فرمایا نہیں، یہ نہیں ہوسکتا، تو بالآخر سرداد، دست نہ داد در دستِ یزید، کہ آپ نے سر تو دیا، بلکہ سر دیا بھی نہیں، کسی کو واہمہ ہو کہ سر نیچے کردیا، آؤ تلوار چلادو، ماردو، نہیں، سر بھی نہیں دیا، سر تو اسی طرح رہا کہ تم میری زندگی کا قلع قمع کرسکتے

ہو، میرا خاتمہ کر سکتے ہو، میرا سر کٹ سکتا ہے، مگر یہ ظالم کے آگے جھک نہیں سکتا، سر داد ، دست نہ داد در دستِ یزید، تو کیسا عظیم الشان دن؟

کتنا عظیم دن؟ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرتے ہیں تو ان کو یہ تاریخ بھی معلوم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بچوں سے کتنی محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کتنا پیار تھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف صرف سات برس کی تھی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی پیشگی خبر:

اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پیار کی وجہ سے ملأ اعلی کی طرف سے ساری تفاصیل، جس طرح ساری یہ روئے زمین کہ روئے زمین کے بسنے والے انسانوں کی، آنے والے انسانوں کی، موجود اور غائب، تمام کی تفاصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی گئی تھی تو ان میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پیار فرمارہے ہیں ساتھ ہی گھر والے دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دم غم زدہ ہوگئے، پوچھا یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبریئل امین میرے پاس آئے اور بتایا کہ تمہارا یہ بیٹا راہِ حق میں شہید ہوگا اور وہ جہاں شہید ہوگا وہاں کی مٹی میرے پاس لے کر آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ دسویں محرم ہے، جمعہ کا دن ہے، عاشورے کے دن میری آنکھ لگی، تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان، غمگین، خواب دیکھا کہ نہایت پریشان، نہایت مغموم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے، بوتل ہے جس میں خون ہے۔

میری آنکھ کھلی تو پریشان کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں کیوں دیکھا؟ کیا تعبیر ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پریشان تھے؟

کہتے ہیں بعد میں جب عراق سے، کربلا سے جب اطلاع آئی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے، تو میں نے میرا خواب یاد کیا، تو پھر اطلاع اور خبر لے کر جو آیا تھا اس سے میں نے تحقیق کی، پوچھا تو عین اسی وقت جس وقت جب شہادت ہو رہی تھی، تو ایک طرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب میں دیکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں شیشی میں خون ہے اور نہایت پریشان ہیں۔

شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لئے روز ایک قرآن کا ختم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی اور غم میں ہم نے کوئی حصہ ڈالا کہ جو تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے بڑے اپنے لاڈلے کے حادثہ پر ہوئی ہوگی ہمارا دل کبھی نہیں رویا، نہ آنکھ کبھی روئی، نہ کبھی افسوس ہوا، کہنے والے نے کہہ دیا ہوگا کہ یہ تو فقط کسی دوسری جماعت، شیعوں کا کام ہے **لاحول و لاقوة الابالله العلی العظیم**۔

تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عاشورے کے دن مدینہ طیبہ میں ہم سے پوچھا کہ آج عاشورے کا دن ہے، اب تک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اہل بیت کے شہداء کو یاد کر کے ان کے لئے کتنا ایصال ثواب کیا؟ ہم چپ، تو حضرت نے فرمایا کہ جب سے محرم کا چاند ہوا، یکم محرم سے آج تک روز میں ان شہداء کربلا کے ایصال ثواب کے لئے روز ایک ایک قرآن پڑھتا تھا، ہر محرم پر یکم محرم سے اس کا اہتمام۔

عاشوراء کے دن ہم نے شہداء کربلا کو کتنا ایصال ثواب کیا؟:

میں نے عاشوراء کے موقعہ پر مانچسٹر مسجد نور میں عرض کیا تھا، کہ دسویں محرم عاشورے کے دن، سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے ہم خدام لوگوں سے پوچھا کہ آج عاشوراء ہے، شہداء کربلا کے لئے کس نے کتنا ایصال ثواب کیا؟ سب چپ! اس لئے کہ ہمیں اپنے دھندوں سے فرصت نہیں، ہم اپنے شغل سے فارغ نہیں ہوتے۔ بے شک زبان سے اقرار ضرور کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر ہم بہت دور ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے بہت

دور، سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچاننے سے بہت دور، قرآن کی عظمت کو جاننے اور پہچاننے سے بہت دور۔تو حضرت نے پھر جب سب خدام کو دیکھا کہ چپ۔

یکم محرم سے عاشوراء تک حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کا عمل:

تو ارشاد فرمایا روتے ہوئے، کہ یکم محرم سے میرا روزا ایک قرآن ختم ہو رہا ہے شہداء کربلا کے لئے۔

اب یہ بدعت ، بدعت کے شور اور نفرتوں کے بیانوں کے ذریعہ ہم نے بہت سی چیزیں کھودیں۔ان میں سے ایک یہ۔حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت کا دن عاشورے کا دن، پہلے ہی سے بہت متبرک اور مبارک، اور اسی دن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی بھی شہادت ،مگر اس دن ہمارا انہیں یاد کرنا، ان کے لئے ایصال ثواب کرنا، ان کا تذکرہ، اس کو بھی شاید بدعت سمجھیں گے۔

عاشوراء کے دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب:

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواب میں دیکھتی ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مگر بال مبارک پر غبار اٹا ہوا، ڈاڑھی مبارک پر مٹی، تو گھبرا کر پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شھدت قتل الحسین۔ کہ ابھی ابھی میں حضرت حسین کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اطلاع آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک بوتل ہے، اوراس میں خون ہے۔ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ حسین اوران کے ساتھیوں کا

خون ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے وہ دن اور تاریخ نوٹ کر لئے۔ بعد میں اطلاع آئی کہ حضرت حسین وہاں شہید کر دیئے گئے۔

حضرت ام فضل، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ، حضرت ام فضل فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ام فضل ! کیا بات ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟ تو انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے کوئی خواب دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ۔تو عرض کیا کہ یارسول اللہ! بیان نہیں ہوسکتا مجھ سے۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔میں بیان نہیں کر سکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصرار فرمایا تو انہوں نے اپنا خواب عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے بڑا بھیانک خواب دیکھا۔میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا، گوشت کا ایک ٹکڑا، میری گود میں ڈالا گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ تو بڑا اچھا خواب ہے۔ تلد فاطمۃ الابن کہ اس میں بشارت ہے کہ فاطمہ کے یہاں بیٹا ہوگا اور وہ بیٹا تم نے اپنی گود میں دیکھا، میرے گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں، میرا وہ جگر پارہ، تو نے ابھی سے دیکھ لیا۔

تو حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ تعبیر سنی تو اوہو! میں کس سوچ میں تھی کہ میں نے کتنا گندا خواب دیکھا اور میں اس سے کتنا ڈر رہی تھی اور رو رہی تھی، کتنی اچھی تعبیر، اور کتنی زبردست بشارت۔

تو جب میرا غم دور ہوا اور میں خوش ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ام فضل! فاطمہ کے یہاں بیٹا تو آئے گا، مگر میری امت ہی اسے قتل کرے گی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دنیا میں آمد سے پہلے، آپ کی پیدائش اور ولادت باسعادت سے پہلے آپ کے متعلق پیشن گوئی بیان فرمائی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے سارے واقعات بہت تفصیل سے صحابہ کرام کو بیان فرمادئے۔

صحابہؓ کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن پورا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر بیان فرمایا۔ نماز پڑھی، منبر پر تشریف لائے، بیان فرمایا۔ دوسری نماز تک، پھر نماز کا وقت ہوا، نماز پڑھائی، پھر منبر پر۔ پورا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیش آنے والے سارے واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادئے۔

تو ابھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا میں تشریف نہیں لائے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریف آوری کی خبر دی۔ ان کا جو انجام تھا اس کی خبر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اِدھر شہادت ہورہی ہے کربلا میں، تو اُدھر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں صحابہ کرام کو اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر دے رہے ہیں، کہ حسین کی شہادت کا یہ خون ہے۔

دوستو! یہ ہمارا مذہب، اس کی ایک ایک خبر، ایک ایک آیت، ایک ایک حرف، ایک ایک خبر نہایت سچی۔ اور اتنا تفصیل سے ایک ایک چیز کو قرآن نے بیان کردیا، حدیث نے بیان کردیا، کہ کسی مسلمان کو کسی بھی حال میں قطعی طور پر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر پریشان ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے، ان کی آمد کی خبر کے ساتھ ساتھ ساری تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی صفت:

مگر یہ دنیا کے جو واقعات ہیں، جس طرح دنیا چل رہی ہے، تو اس میں ہر

موقع پر یہی کہنا چاہئے۔ **رضینا باللہ ربا و بالاسلام و بالاسلام دینا و بحمد نبیا و رسولا** ۔اے اللہ! تو جس حال میں بھی رکھے، جو واقعات بھی پیش آئیں، یہ تیری دنیا ہے، یہ تیری مخلوق ہے، تو جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، ہمیں اس پر اعتراض کا کیا حق۔

دونوں جہان کے سردار، تمام انبیاء کے سردار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسے کے متعلق ان کی آمد سے پہلے، ساری تفصیل بتادی گئی۔ تو اسی طرح یہ دنیا میں جتنے واقعات ہیں، ان تمام واقعات کی خبر پہلے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ہمیں دی ہے۔ اب اس طرح دنیا چل رہی ہے۔ تو حق تعالیٰ شانہ پر اعتراض کیوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں ہم میں بھی شریک ہوں

اور اسی سلسلہ میں میں نے عرض کیا کہ یہ عاشوراء آکر چلا گیا، مگر عاشورے کے دن ہم اپنی موج مستیوں میں اسی طرح رہے، کبھی ہمیں یہ خیال نہیں آیا کہ آج کا دن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا نواسا آج شہید ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت پر کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، تو ہم تھوڑا سا شئیر کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں، مگر ہمیں اپنے تنعم اور اپنے تعیش سے فرصت نہیں ہوتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس جرم کو معاف فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

◆◆◆

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں

(شاہ نفیس الحسینیؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ)*

آپ رضی اللہ عنہ امام عالیجاہ، سراپا شرافت، شجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اساس، سلسلہ علویہ طاہرہ کا زبدہ وخلاصہ، ابوعبداللہ حسین بن علی بن علی بن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن ہشام بن عبدمناف بن قصی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، آپ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر جنتی عورتوں کی سردار فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کی فضیلت اور برتری کے سامنے تمام حسب ونسب ہیچ ہیں، مدینۃ الرسول اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ، مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام کے دعوتی ماحول میں پرورش پائی، مقدس جہاد کے سائے تلے پروان چڑھے، منبعِ نبوت سے سیرابی نصیب ہوئی، اور نبوت ہی کی نگرانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، شفقت اور لاڈ پیار کا وافر حصہ ملا۔

آپ کے اعزاز واکرام، عظمت وبرتری کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ صلی

---

* شاہ نفیس الحسینیؒ حضرت خواجہ بندہ نواز کی اولاد میں سے تھے آپ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے خُلفا میں سے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ وہ بزرگ تھے جن سے مولانا منظور نعمانی اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسے علماء رجوع ہوئے تھے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی، تحنیک فرمائی، لعابِ دہن آپ کے منہ میں ڈالا، برکت کی دعا فرمائی اور عقیقے میں دو دنبے ذبح فرمائے۔ ایک روز پانی نہ ملنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے قرار ہو گئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالی تب ان کی پیاس بجھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی صراحۃً اور کبھی اشارۃً آپ کی عظمت و برتری بتاتے رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ کبھی آپ ﷺ کے کندھے پر سوار ہیں تو کبھی پیٹھ مبارک پر جبکہ آپ اپنے رب سے محوِ مناجات ہیں، پھر ان سے فرما رہے ہیں: تم کتنے عمدہ سوار ہو، تمہاری سواری کتنی اعلیٰ ہے۔ پیٹھ پر سوار ہوں تو سجدہ سے اٹھنے میں عجلت ناپسند، آپ ﷺ کی شفقت کے مشتاق ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

انہی کے لئے تو آسمان سے روشنی ظاہر ہوئی اور خانوادۂ فاطمہ **رضی الله تعالیٰ عنها** میں داخل ہونے تک باقی رہی، جو ان کی کھلی کرامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ایک جزوِ اعظم، جگر کے ٹکڑے، باعثِ فرحت ومسرت، منظورِ نظر، مرکزِ عنایت اور دنیا کی بہار تھے، جن کے رونے سے آپ ﷺ پریشان اور جدائی سے بے تاب، حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی محبت کو عظیم سرمایہ قرار دیا۔

سفید خچر پر آپ ﷺ کے ردیف (پیچھے سوار ہونے والے) جن پر آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل کلمات پڑھ کر دم فرمایا: **اعیذ کما بکلمات الله التامة من کل شیطان وهامة ومن کل عین لامة**" جن پر رحمت تا قیامت اترتی رہے گی، آپ ﷺ نے جن کی مدد و نصرت کو واجب قرار دیا اور عداوت سے ڈرایا جس کا اعلان آپ ﷺ نے عرفہ کے روز، موسمِ حج اور ان ہستیوں کی موجودگی میں فرمایا: جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے **رضی الله عنهم ورضوا عنه** کا پروانہ نازل فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے کو بشارت دی، وہ عظیم امانت جسے آپ ﷺ نے امت

کے سپرد فرمایا: جن کے ''زمین پر چلتا پھرتا جنتی'' ہونے کی گواہی دی، جن کے نام نامی کو تمام عرب سے مجوب رکھا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام تجویز فرما دیا، جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مرجعیت کا دروازہ کھولا اور آپ رضی الله عنه کی شہرت و مقام کا دور دراز تک نقارہ بجا۔ ارشاد ہوا: اے اللہ مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔

نیز ارشاد ہوا: جس کے ساتھ تم صلح کر و یا جو تم سے صلح کرے اسے بشارت ہو اور جس سے تمہاری جنگ ہو یا جو تمہارے ساتھ جنگ کرے اس سے میری بھی جنگ ہے۔ نیز فرمایا: حسین میرا ہے اور میں حسین رضی الله عنه کا ہوں، حسین رضی الله عنه میرا عظیم نواسہ ہے۔ ہر محبّ حسین کے حق میں آپ ﷺ کی دعائے مستجاب، فرشتے جن کی سیادت کی بشارت لے کر اترے جسے صحابی جلیل حذیفہ رضی الله عنه نے سنا، آپ ﷺ نے اپنے اعزہ کی ایک جماعت کے ساتھ جنہیں بیعت فرمایا: ان کے علاوہ کسی اور بچے کو بیعت نہیں فرمایا:

چادر اوڑھنے والے پانچ افراد میں سے ایک، جن سے اللہ تعالیٰ نے آلودگی کو ختم فرمایا اور انہیں پاک صاف رکھا اور طہارت کا شرف عطا فرمایا۔

جن کی شہادت کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ملی، جبرئیل امین نے جن کے مقام شہادت کا عہد رسالت میں اعلان فرمایا: جس سے آپ کے مدفن، مقام شہادت و ابتلاء کی بلسان غیب صراحت ہوئی، جسے سن کر آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ اس جماعت کے ساتھ ہیں جن کے گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے نہ پائے گا کہ وہ آپ ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جا چکے ہوں گے، وہاں موجود لوگوں کو آپ رضی الله عنه کی نصرت پر ابھارا اور ترغیب دی۔

جن کے آنے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا خطبہ روک لیا، اور اپنے اخلاق میں سے سخاوت و جرأت بطورِ خاص فرمائیں، صحابہ کرام کا محبوب، ان کا منظورِ نظر، قریش کے بہادر پیش قدم جرنیل، مزکی و متقی محاسن و فضائل کا عنوان وجاہت کا سرتاج۔

ماں باپ، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کے رشتوں میں تمام لوگوں سے مکرم ومحترم اور برتر جن کے والدعلی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب اور والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمدﷺ نانا رسولﷺ نانی، خدیجہ رضی اللہ عنہا، چچا جعفر رضی اللہ عنہ، پھوپھی ہالہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہ، ماموں قاسم بن محمدﷺ اور خالہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمدﷺ.

عبداللہ بن عمار نے جن کے متعلق فرمایا: ''میں نے انہیں اس وقت دیکھا جب لوگوں نے ہر طرف سے انہیں گھیر لیا، آپ دائیں حملہ کرتے تو میدان خالی ہوجاتا، اللہ کی قسم ایسا مغلوب انسان جس کی ساری اولاد آنکھوں کے سامنے ذبح ہوجائے، آپ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر، بے باک اور مطمئن واللہ نہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ جن کے قاتلین سے اللہ نے انتقام لیا، ایک ایک کو پکڑا، چن چن کر مارا اور کسی کو زندہ نہ چھوڑا، اپنا وعدہ پورا فرمایا، مدد فرمائی، دعا قبول فرمائی، ارباب بصیرت کے لئے عبرت بنایا، ثابت ہوا کہ وہ یقیناً عظیم نواسۂ رسول ﷺ ابوالشہداء اور جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

◆◆◆

اکابر علماء دیوبند

اور مودّت اہل بیت رضی اللہ عنہ

سارے عالم پر سادات کی تعظیم واجب ہے:

حضرت مولانا قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا نانوتوی کے پوتے بھی ہیں اور ساٹھ سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے، روایت فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے بزرگوں سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے متعلق سنا کہ ان کی عادات میں ادب کا لحاظ بے حد ہوتا، سادات کا کوئی نابالغ بچہ بھی آجاتا تو سرہانہ چھوڑ کر پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ دنیا مخدوم زادوں کی عزت کرتی ہے، یہ سارے عالم کے مخدوم زادے ہیں، سارے عالم پر ان کی تعظیم واجب ہے۔ (خطبات حکیم الاسلامؒ: ۲۶۵/۳)

میں سید زادے کے منہ میں اپنا لعاب نہیں ڈال سکتا:

حضرت مولانا مفتی محمد حسینؒ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اور جامعہ اشرفیہ، لاہور کے بانی تھے۔ ان کے بارے میں ان کے فرزندار جمند حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی روایت کرتے ہیں:

''میرے والد صاحبؒ امرتسر کی عیدگاہ کے خطیب تھے، سارا شہر وہاں عید کی نماز پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ ایک مرتبہ والد صاحبؒ نے عید کی نماز پڑھائی۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے فرزند عطاء المومن بھی حاضر تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس عید کے موقعے پر حضرت والد صاحبؒ نے یہ اشعار بار بار پڑھے:

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش و عشرت و مستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

فکر آخرت کے بارے میں یہ ایسا مسحور کن بیان تھا کہ نماز عید کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے عرض کی: حضرت میرے بیٹے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیجئے!

حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا: میں کسی سید زادے کے منہ میں اپنا لعاب نہیں ڈال سکتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے جب شدید اصرار کیا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے، حضرت والد صاحبؒ نے اپنی زبان پر انگلی لگائی اور وہ انگلی عطاء المومن کے منہ میں لگادی، (ماہنامہ الحسن ص۲۲ رستمبر ۲۰۰۳ء)

سید کی اقتدا میرا سرمایہ نجات ہے:

سید مسعود علی لکھنوی ایک شاعر تھے، آزاد تخلص کرتے تھے آل انڈیا ریڈیو مشاعرے میں بلائے جاتے تھے، جوانی میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے، قسمت نے یاوری کی، دیوبندی سلسلے کے عظیم شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوگئے اور پھر اسی خانقاہ کے ہو رہے۔ تربیتی مراحل سے گذر کر مولانا کا سابقہ بھی شخصیت کی زینت بنا۔ حضرت رائے پوریؒ نے انہیں نمازوں کا امام ٹھہرالیا۔ سفر ہوتا یا حضر، بڑے بڑے علماء کی موجودگی میں پانچوں نمازوں اور نماز جمعہ میں امام سید مسعود آزادؒ ہی ہوتے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت رائے پوریؒ سے اس بارے میں کچھ کہا تو فرمایا:
''اپنے پلے کچھ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کی اقتدا میں نمازیں پڑھ رہا ہوں، بس یہی میرا سرمایہ ہے''۔

بالکل وہی بات جو حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ نے فرمائی تھی:

نکرد مظہر ما طاعتی و رفت بخاک
نجات خود بتولّائے بوترابؓ گذاشت

(مجھے یہ بات ۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ ۳ر فروری ۲۰۰۴ء منگل کے روز حضرت مولانا ظفر احمد قادری نے رائے ونڈ میں ملاقات کے دوران میں بتلائی اور انہیں ان کے شیخ مولانا جمیل احمد دہلویؒ خلیفہ حضرت رائے پوریؒ نے متعدد بار بیان کی)

مفتی اعظم ذکر امام پر زار و قطار رو پڑے:

اب باسٹھ سال ہو رہے ہیں کہ میرے والد محترم مولانا عبداللہ مسعودؒ شوال ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی میں دورہ حدیث شریف کے لیے داخل ہوئے۔ مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہؒ اس زمانے میں افتا کے ساتھ مسند حدیث پر بھی رونق افروز تھے۔ والد محترمؒ کو حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ تعلق خاطر تھا۔ رشتہ تلمذ کے ساتھ آپؒ کی خدمت میں مصروف رہا کرتے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا درس فقاہت و ثقاہت کا اعلیٰ نمونہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ دوران درس میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کوئی حدیث آ گئی تو ان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور مصائب کے تصور سے رو پڑے۔ شدت گریہ سے چہرہ چھپا لیا اور زار و قطار روتے رہے۔

یہی کیفیت میرے شیخ حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ ایک مجلس میں واقعہ کربلا کا ذکر آ گیا تو سر جھکا لیا اور دیر تک جھکائے رکھا، پھر سر اٹھایا تو آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ حضرت عائشہ سے مروی چھ لعنتیوں

والی روایت بیان کی اور فرمایا: جو شخص اتنا بدترین ظالم ہو اور جس میں لعنت کی اتنی وجوہ پائی جاتی ہو، کیا وہ مومن ہوگا؟

تم سے تو وہ ہی اچھے:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ عصر حاضر کے نامور شیخ تھے آپ زندگی بھر اکابرؒ کی شفقتوں اور عنایتوں اور اصاغر کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز رہے، آخر عمر میں مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے، وہیں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ کے خلیفہ مجاز مولانا عزیز الرحمٰن ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

''ایک دفعہ مدینہ منورہ میں خدام نے عاشورا کا روزہ رکھا، عصر کے بعد افطاری اور کھانے کے اہتمام میں مشغول تھے تو حضرتؒ نے ہمیں بلا کر پوچھا:

آج شہداء کربلا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے کیا کیا ایصال ثواب کیا؟ خاموشی پر حضرتؒ نے فرمایا:

''ڈوب مرو تم سے تو وہ......ہی اچھے جو کم از کم جھوٹ موٹ رو تو لیتے ہیں''

پھر حضرتؒ نے خود ایصال ثواب کیا اور اس کی بڑی مقدار تعلیم کی خاطر اظہار فرمائی۔

بارے میں حضرت شیخ کے دیگر خطوط آپ کے خلفا اور متوسلین کے پاس موجود ہیں'' (اکابر کا مسلک ومشروب:۱۱)

اہل بیت کا جوتا مرا تاج:

حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ قریبی عہد کے نامور خطیب تھے، آپ اپنے ایک خطاب میں، جس کی ریکارڈنگ محفوظ ہے، فرماتے ہیں:

''میں برملا کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور حسین رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ بلکہ ان کے غلاموں کی

جوتیوں کی خاک کو سرمہ بنالیں تو حیرت کی بات نہیں، میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ان کی جوتی جائے اور اپنے سر پر رکھ کر نماز پڑھو تو یہ میرے لیے باعث فخر ہوگا''۔

''قرآن مجید نے حضرت ایوب علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے:

''انا وجدنا ہ صابرا نعم العبد انه اواب''(ص:۴۴)

ترجمہ: ہم نے اسے نہایت صابر پایا، خوب بندہ تھا! بے شک وہ بڑا ہی رجوع کرنے والا تھا''

قرآن واقعہ کربلا سے پہلے نازل ہو چکا تھا، اگر بعد میں نازل ہوتا یقیناً امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی یہی فرمایا''

ان حکایات سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر عصر حاضر تک ہمارے تمام اسلاف مودت اہل بیت رضی اللہ عنہ میں ڈوبے ہوئے تھے اور قدم قدم پر حرمت سادات کا لحاظ رکھتے تھے۔

پس دیوبندی کے لے ضروری ہے کہ:

اہل بیتؓ کی مودت سے سرشار ہو
شہداءؓ کربلا کی حرمت کا پاسدار ہو
اور گستاخان اہل بیتؓ سے بیزار ہو

اکابر علماد یو بند نسبت اہل بیت رضی اللہ کے حامل تھے:

مولانا عبیداللہ انورؒ نے مولانا عبیداللہ سندھی کے آخری سفر دیوبند کا حال قلم بند فرمایا ہے مولانا انورؒ کا یہ مضمون جنوری ۸۴ء کی ایک نشست میں پڑھا گیا پھر ''خدام لدین'' میں شائع ہوا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ دیوبند میں مولانا سندھیؒ بڑے اشتیاق اور اہتمام سے حضرت میاں اصغر حسین دیوبندیؒ سے ملنے گئے، دوران ملاقات میں دونوں کے مخدوم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا تذکرہ غالب رہا، اس ضمن میں مولانا سندھی نے فرمایا:

’’حضرت شیخ الہند کو مولانا محمد قاسمؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) سے جو نسبت حاصل ہوئی، اس نسبت کو امام ولی اللہ دہلویؒ اپنی کتابوں میں نسبت اہل بیت کا نام دیتے ہیں اور یہی نسبت اہل بیتؓ حضرت شیخ الہند سے مولانا سید حسین احمد مدنی کو حاصل ہے‘‘۔(’’خدام الدین‘‘ لاہور امام انقلابؒ نمبر: ۳۸،۳۷)

چھوٹے منہ سے بڑی بات نکل رہی ہے لیکن بڑائی کے جذبے سے نہیں، صرف ’قافیۂ گل‘ ہونے کے شوق سے، اور بات بھی اپنی نہیں ایک بزرگ کی ہے جو انہوں نے کسی اچھے میں مجھے فرمائی تھی کہ ’’تمہیں نسبت اہل بیت رضی اللہ عنہ حاصل ہے‘‘۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت نصیب فرمائے۔

◆◆◆

مآخذ ومراجع

۱- الابواب المنتخبة ،حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ۔

۲- شہادتِ امام حسین وکردارِ یزید، مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ۔

۳- کراماتِ صحابہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

۴- امدادالفتاویٰ، مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

۵- شہید کربلا اور یزید، قاری محمد طیب صاحبؒ۔

۶- شہید کربلا، مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

۷- معارف الحدیث، مولانا منظور نعمانیؒ۔

۸- آپ کے مسائل اور اُن کا حل، مولانا یوسف لُدھیانویؒ۔

۹- حیاۃ الصحابہ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ۔

۱۰- جمال محمد ﷺ، مولانا یوسف متالا۔

۱۱- فتاویٰ رشیدیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی۔

◆◆◆